یا عزیز یا جبار

الحمد للہ کہ رسالہ نافعہ

إنارة المصابیح
لأداء صلوٰة التراویح

للعبد الحقیر الناسوتی

محمد ابراہیم میر السیالکوتیؒ

مکتبہ مسلم

جمعیت منزل بربر شاہ سری نگر کشمیر

نفیس

باسمہ تعالیٰ

ابتدائیہ

حضرت العلام مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا زیرِ نظر رسالہ تعدادِ رکعات تراویح کی تحقیق میں ایک انمول تحفہ ہے۔

حضرت مغفور نے اس مسئلہ پر ایک محققانہ و محدثانہ نگاہ ڈالی ہے گفتگو الفاظ کے لحاظ سے گو مختصر لیکن اسے دریا کوزہ میں بند کر دینے کے مرادف سمجھا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔

۲۰ اور ۸ رکعات کی بحث میں ہمارا مسلک وہی ہے جو دیگر ایسے اختلافی مسائل میں ہے یعنی کسی امام و عالم کے قول و عمل کو سامنے نہ رکھا جائے بلکہ بقول کسی عارف کے ؎

درہمہ اقوال و افعال اے فتیٰ ۔۔۔ قبلۂ خود ساز خلقِ مصطفیٰ

روایات و احادیث صحیحہ کی رو سے جو صورت زیادہ واضح اور اقرب الی السنۃ ہو اس کے مطابق عمل کر کے زیادہ سے زیادہ رضائے حق و خوشنودی مصطفیٰ کی سعادت حاصل کی جائے، جھگڑے رگڑے کی کوئی ضرورت نہیں، سوچنے سمجھنے کی بات ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ مصنف مرحوم کو اپنی رحمتِ بیکراں سے نوازے اور ہم سب کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی توفیقِ رفیق فرمائے۔ آمین

صوفی احمد مسلم ۔۔۔ ۳۱ مارچ ۱۹۸۲ء

اَللّٰهُ اَكْبَرُ

اِنَارَةُ الْمَصَابِيْح
لِاَدَآءِ صَلٰوةِ التَّرَاوِيْح

Scanned with OKEN Scanner

خطبہ رمضان المبارک

عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ میں رسول اللہ

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِّنْ شَعْبَانَ فَقَالَ یٰاَیُّھَا

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ سنایا۔ تو فرمایا اے لوگو!

النَّاسُ قَدْ اَظَلَّکُمْ شَھْرٌ عَظِیْمٌ شَھْرٌ مُّبَارَکٌ

تم پر ایک عظیم الشان مہینہ برکت والا مہینہ آرہا ہے۔

شَھْرٌ فِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ جَعَلَ اللّٰہُ

اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل ہے۔

صِیَامَہٗ فَرِیْضَۃً وَّقِیَامَ لَیْلِہٖ تَطَوُّعًا مَّنْ

خدا نے اس مہینہ میں روزے رکھنے فرض کئے ہیں اور رات کو قیام کرنا نفل قرار دیا ہے۔

تَقَرَّبَ فِیْہِ بِخَصْلَۃٍ مِّنَ الْخَیْرِ کَانَ کَمَنْ اَدّٰی

جو کوئی اس مہینہ میں نفلی نیکی کا کام کرے وہ ایسا ہوگا کہ اس نے اور دنوں میں گویا

فَرِیْضَۃً فِیْمَا سِوَاہُ وَمَنْ اَدّٰی فَرِیْضَۃً فِیْہِ

فرض ادا کیا۔ اور جو اس مہینہ میں فرض ادا کرے وہ ایسا

كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ

ہو گا کہ اُس نے ستر فریضے ادا کئے اور وہ صبر

وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَ

کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور

شَهْرُ الْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ

باہمی سلوک و مروت کا مہینہ ہے اور مومن کا رزق اس میں بڑھایا

مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ لَهٗ مَغْفِرَةً لِّذُنُوْبِهٖ

جاتا ہے۔ جو کوئی اس مہینہ میں روزے دار کا روزہ افطار کرائے اس کے گناہوں

وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ

کی بخشش ہوگی، اور اس کی گردن آگ سے آزاد ہوگی اور اس کو روزے دار جتنا ثواب

مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّنْقُصَ مِنْ اَجْرِهٖ شَيْءٌ قُلْنَا

ملیگا یہ نہیں کہ روزے دار کے ثواب سے کچھ کم کیا جائے۔ ہم نے عرض کی

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا نَجِدُ مَا نُفَطِّرُ بِهٖ

کہ حضور ہم میں ہر ایک اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ روزے دار کی افطاری

الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

کرا سکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ

فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس کو بھی دے گا جو روزے دار کا

صَائِمًا عَلٰى مَذْقَةِ لَبَنٍ اَوْ تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةٍ

روزہ افطار کرائے دودھ کی تھوڑی سی لسی سے یا کھجور سے یا پانی کے

مِّنْ مَّاءٍ وَّمَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ

گھونٹ سے اور جو کوئی روزے دار کو پیٹ بھر کر کھلاوے خدا اس کو

مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَّا يَظْمَاءُ حَتّٰى يَدْخُلَ

میرے حوض کوثر سے شربت پلائے گا وہ پیاسا نہ ہوگا حتیٰ کہ جنت

الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَّاَوْسَطُهٗ

میں داخل ہو اور وہ ایسا مہینہ ہے کہ اُس کا شروع رحمت ہے اور درمیانی حصہ

مَغْفِرَةٌ وَّاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ

بخشش ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ اور جو کوئی اس مہینہ میں

عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ

اپنے کارندہ کے کام میں تخفیف کرے خدا اُس کو بخشش دے گا اور دوزخ سے

مِنَ النَّارِ (مشکوٰۃ ص ۱۶۵/۱۶۶)

نجات دے گا

فضائل و مسائل رمضان

ماہِ رمضان کے روزے اسلام کے پانچ ارکان میں سے ہیں مقصود اِن سے جفاکشی، صبر، اور ضبطِ نفس کی عادت ڈالنا ہے۔ جو شخص اپنے نفس اور اُس کی خواہشوں پر کنٹرول (ضبط) نہیں رکھتا وہ نظامِ دُنیا کی ذمّہ داری ہاتھ میں لے کر خُدا کے نزدیک سرخرو نہیں ہو سکتا۔

رویت ہلال

① رمضان کا چاند دیکھو تو اُس کی رات کو قیام کرو۔ اور دن کو روزہ رکھو۔ یہ عمل سارا مہینہ جاری رہے۔ ② اگر ۲۹ شعبان کو ابر ہو اور چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس۳۰ دن پورے کرو۔ اِسی طرح ۲۹ رمضان کو ابر ہو۔ اور چاند نظر نہ آئے تو رمضان شریف کے تیس۳۰ دن پورے کرو۔ (بخاری و مسلم)

قیام رمضان

رمضان شریف کی راتوں میں مسجد میں با جماعت قیام کرنا جسے نمازِ تراویح کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور آپؐ کے بعد آپؐ کے صحابہؓ سے ثابت ہے اور اس کی رکعات مع وتر گیارہ۱۱ ہیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی جب جماعت مقرر کی تو گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم دیا تھا (موطا) بیس۲۰ رکعات والی روایت بالاتفاق ضعیف ہے۔ کسی امام حدیث نے اُسے صحیح نہیں کہا کسی امر کا عام رواج پڑجانا اور بات ہے۔ اور اُس کا آنحضرتؐ سے ثابت ہونا اور بات ہے، اس امر کو حدیث دان حنفی علمائے نے بھی تسلیم کیا ہے کہ بیس۲۰ رکعات تراویح والی روایت ضعیف ہے اور یہ بھی کہ آٹھ رکعات والی روایت صحیح ہے (تعلیق ممجد وغیرہ) تراویح کا مفصل بیان آئندہ صفحہ۱۰ سے صفحہ۲۵ تک مطالعہ کریں۔

① روزہ کی حالت میں سُرمہ لگانا۔ مسواک کرنا۔ کُلی کرنا جائز ہے۔

② بیماری اور سفر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو دوسرے دنوں میں اتنے روزے قضا کرے۔ دنوں کی لمبائی اور چھوٹائی کا کوئی لحاظ نہیں۔ یعنی اگر فرضاً رمضان شریف موسم گرما میں ہے تو اگر کسی شخص نے بغیر بہانہ سازی کے مرض یا سفر کی وجہ سے کچھ روزے نہیں رکھے تو وہ اگر اتنے دنوں کے روزے سرد موسم میں رکھ لے تو جائز ہے۔

اسی طرح اگر قضا روزے بغیر پے در پے کے متفرق طور پر رکھ لے تو جائز ہے (دار قطنی)

③ حائضہ عورت کو ایامِ حیض میں جس طرح نماز منع ہے۔ اُسی طرح روزہ رکھنا بھی منع ہے۔ لیکن اتنے دنوں کے روزے قضا کرنے پڑیں گے، مگر نماز قضا کرنی نہیں پڑتی۔ وہ معاف ہے۔

④ نہایت بوڑھا شخص اور حاملہ اور دودھ والی عورت ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کا کھانا صدقہ کر دیا کریں۔ فدیہ کے بعد اُن کے ذمّہ قضا نہیں ہے۔

اعتکاف رمضان کے پچھلے دھاکے میں جتنے دن چاہے مسجد نشین ہو جائے۔ دن رات وہیں ایک کونے میں ٹاٹ وغیرہ کا پردہ لگا کر یادِ خدا اور قرأتِ قرآن اور شغلِ نوافل میں لگا رہے۔ ان راتوں میں عورت کی صحبت بھی منع ہے بغیر اعتکاف کے رمضان شریف کی دیگر راتوں میں جائز ہے۔

نمازِ عید ہلالِ عید نظر آجانے پر رات بھر تکبیریں پکارو اور صبح کو سورج نکلنے پر نمازِ عید شہر کے باہر جاکر ادا کرو۔ اور صدقہ فطر ادا کرکے نماز کو نکلو۔

تکبیرات نمازِ عید کی تکبیریں جن کی روایت دیگر روایتوں سے زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔ ہر دو رکعات میں بارہ ہیں۔ سات پہلی میں اور پانچ دوسری میں، ہر دو رکعات میں تکبیرات کا موقع قبلِ قرأت ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

خطبہ عید عیدین کا خطبہ نماز کے بعد مسنون ہے۔ اُس میں امام لوگوں کو مذہبی اخلاقی، سیاسی اور تمدّنی تمام ضرورتیں سمجھائے اور صدقہ و خیرات اور تبلیغ اسلام اور حفاظتِ دین کی ترغیب دے اور اس کے لئے چندہ جمع کرے، نمازِ عید میں عورتوں کو بھی شامل ہونے کا حکم ہے لیکن عام لوگ اس میں سستی کرتے ہیں۔

برادرانِ اسلام! رمضان المبارک کا مہینہ بہت بزرگ اور عزت والا ہے۔ فرقانِ حمید کا نزول اِسی مبارک مہینے میں شروع ہوا۔ اس ماہِ مقدس میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیطان قید کر دیے جاتے ہیں۔ (دارمی)

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور غفران الٰہی سے محروم رہ گیا۔ وہ بڑا بدنصیب ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنَّهٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ (مشکوٰۃ ص۱۶۵)

مسائل روزہ

اگر انتیسویں شعبان کو بوجہ ابر کے چاند نظر نہ آوے تو روزہ ہرگز مت رکھو۔ بلکہ شعبان کے پورے تیس دن کر کے روزہ رکھو۔ (بخاری مسلم)

فرض روزے کے لئے نیت ضروری ہے۔ رمضان کے روزے کی نیت فجر سے پہلے ہی ہونی چاہئے۔ نفلی روزے کی نیّت زوالِ آفتاب سے پہلے تک ہو سکتی ہے بشرطیکہ کچھ کھایا پیا نہ ہو (ابوداود) نیّت صرف دل میں ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ زبان سے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سحری کھانا سنّت طریقہ ہے۔ اِس میں برکت ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ ص۱۶۷)

مسائل افطاری

افطاری کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے اس لئے اس وقت دُعا میں مشغول ہونا چاہئے۔ اکثر لوگ افطاری کے وقت شور و غُل کرتے ہیں یہ بُرا کام ہے۔ افطاری کرنے میں جلدی کرنی چاہئے۔ لوگ جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے بھلائی پر رہیں گے۔ بعد غروب آفتاب افطاری میں جلدی کرنا اللہ کو بہت محبوب ہے۔ (بخاری مسلم ترمذی)

وقت سے پہلے افطار کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو جو وقت سے پہلے افطار کر لیتے ہیں اُلٹا لٹکا ہوا دیکھا تھا اور اُن کے مُنہ سے خون جاری تھا۔ (ابن خزیمہ)

افطار کے وقت یہ دُعا پڑھو:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (ابوداؤد)

بعض لوگ نمک سے روزہ کھولنا اچھا جانتے ہیں بالخصوص اِس سے روزہ

کھولنے کا شریعت سے کوئی ثبوت نہیں۔ روزہ کھجوروں سے افطار کرنا بہتر ہے۔ اگر نہ مل سکیں تو چھوہارے ہی سہی ورنہ پھر پانی کفایت کرتا ہے۔ کھجور سے افطار کرنا باعثِ نفع و برکت ہے۔ (ترمذی۔ ابو داؤد۔ احمد)

دوسرے کا روزہ افطار کرانا بہت بڑا ثواب ہے۔ افطار کرانے والے کو روزہ دار کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ (بیہقی)

نواقض روزہ

جان بوجھ کر کھا پی لینے سے اور عورت کے پاس جانے سے روزہ قطعاً ٹوٹ جاتا ہے۔ قصداً قے کرنے سے حقّہ پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے۔ غیبت کرنا۔ فحش گوئی کرنا۔ فضول و بیہودہ کام کرنا۔ چغلی کھانا۔ لڑائی جھگڑا کرنا یہ سب چیزیں روزہ کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی عورت سے صرف بوس و کنار ہو تو روزہ ٹوٹتا نہیں۔ مگر جوانوں کو احتیاط چاہیئے۔ اگر رات کا جنبی بعد از طلوع فجر غسل کرے اور سحری کے وقت نہ کر سکے تو روزہ میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔ (بخاری مسلم)

بھول چوک کر کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا (بخاری مسلم) اسی طرح خود بخود قے ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا (ترمذی)

روزہ میں مسواک کرنا۔ سرمہ لگانا۔ عطر لگانا۔ پھول سونگھنا غسل کرنا۔ تر کپڑا استعمال کرنا سارے امور جائز ہیں۔

شبِ قدر

رمضان کے آخری عشرہ میں طاق راتوں میں سے ایک ہوتی ہے جو کہ ۲۱ - ۲۳ - ۲۵ - ۲۷ - ۲۹ پانچ راتیں ہیں۔ ان پانچوں میں صرف ایک رات ہے جو مقرر نہیں ہے اس لیئے اس کی تلاش میں پانچوں راتوں کو جاگنا اور عبادت کرنا چاہیئے۔ اس میں جاگنا اور عبادت کرنا ایک ہزار مہینے کی عبادت کرنے سے بہتر ہے جو شخص شب قدر میں جاگے اور عبادت کرے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ شب قدر میں یہ دُعا پڑھنی چاہیئے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

Scanned with OKEN Scanner

اور دیگر جو چاہے دُعا کرے ۔ اس رات میں دُعا قبول ہوتی ہے ۔ رمضان کے آخری جمعہ کو بہت سے لوگوں نے خاص اہمیت دی ہوئی ہے ۔ اس میں قضاءِ عمری یعنی عمر بھر کی قضا شدہ نمازیں پڑھتے ہیں اس کا ثبوت قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ رضؓ سے ہرگز نہیں ہے اور فقہ حنفی کی بعض کتابوں میں اس کی فضیلت میں جو حدیثیں مذکور ہیں وہ سب موضوع اور بے اصل ہیں ۔

مُلّا علی قاری حنفی رحؒ اور مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی مرحوم جو علمِ حدیث سے واقف تھے اِس کی پُرزور تردید کرتے ہیں ۔

(دیکھو مقدمہ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ صـ۱۳)

(منقول از اخبار اہل حدیث باضافہ وترمیم

رسالہ رکعاتِ تراویح

نمازِ تراویح کی رکعات کے متعلق کہ کتنی ہیں یعنی تیئیس ۲۳ ہیں یا گیارہ ۱۱ ہیں۔ فریقین کی طرف سے متعدد رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے جھگڑا ابھی باقی ہے۔ جھگڑا مٹانا خدا کا کام ہے ہمارا نہیں۔ ہاں ہمارا کام ایسے دلائل کا پیش کر دینا ہے کہ اگر دل کی صفائی اور طبع کی سلامتی سے اُن پر غور کیا جائے تو باہمی منافرت دُور ہو کر یہ نزاع مٹ سکے۔ واللہ الموفق والھادی۔

سو معلوم ہو کہ اِس سوال کے کہ

نمازِ تراویح کی کتنی رکعات ہیں۔ تیئیس ۲۳ ہیں یا گیارہ ۱۱؟

دو پہلو ہو سکتے ہیں ایک پہلو جواز کا۔ دوسرا سنت رسول اللہ کا یا یوں کہئے کہ اِن دونوں میں سے کون سی تعداد بسندِ صحیح ثابت ہے۔ اور کسی ایک کے سنت ثابت ہو جانے کے بعد دوسری تعداد بھی جائز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

آپ حیران ہوں گے کہ ہر دو پہلوؤں میں ائمہ محدثین اور حدیث دان فقہائے حنفیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنتِ ثابتہ تو گیارہ کی ہے لیکن چوں کہ یہ نماز نفلی ہے اس لئے اِس تعداد سے زیادہ بھی جائز ہے جیسا کہ آئندہ کے بیان سے آپ پر واضح ہو جائے گا۔ لیکن پھر بھی عوام سے نزاع دُور نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام کے رہبر عموماً اُن ہی جیسے علمانما جُبّہ و دستار پوش کم علم یا شکم پرور علما ہوتے ہیں۔ وہ عوام کے سامنے مسئلہ کو اس کی اصلی صورت میں پیش نہیں کر سکتے یا پیش کرنا چاہتے نہیں بلکہ مسئلہ کی صورت بگاڑ کر اور لوگوں کو اشتعال دلا کر جماعتِ اہلحدیث سے بدظن کر کے اپنی غرضیں پوری کرنا چاہتے ہیں۔

مثلاً مولوی ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلوی بریلوی حنفی نے جن کا ذکرِ خیر

اس رسالہ کی تمہید میں ص پر ہو چکا ہے۔ سیالکوٹ کے مباحثہ میں شکست فاش کھاکر اپنے گاؤں میں جاکر مشتے بعد از جنگ کے طور پر بغیر ذکر اس مباحثہ کے ایک رسالہ بنام کتاب التراویح لکھا اس میں آپ اپنے دل کے بخار یوں نکالتے ہیں:۔

(۱) "اس زمانہ میں جو کہ زمانہ نبوت سے بہت دور ہے۔ اکثر لوگ کمی عبادت کی طرف راغب ہیں۔ اور خواہشات نفس کے طالب، ہمیشہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ کسی بہانہ سے عبادت الٰہی سے سبکدوشی حاصل ہو۔ ص۱"

(۲) "مسلمانوں کی بدقسمتی سے اس زمانہ میں ایک ایسا فرقہ پیدا ہوگیا ہے جو اپنے آپ کو اہلحدیث کے نام سے موسوم کرتا ہے۔" ص۱

(۳) مگر یہ فرقہ سرے سے تراویح مانتا ہی نہیں کہ تراویح بھی کوئی نماز ہے۔" ص۲

اسی طرح ان کے دوسرے ہم مشرب بریلوی حزب الاحناف کی طرف سے ایک رسالہ بنام بیس۲۰ تراویح کا ثبوت الخ اہلحدیث کے رسالہ رکعات تراویح کے جواب میں شائع ہوا۔ اس میں مصنف صاحب اہلحدیث کے حق میں فرماتے ہیں:۔

"اگر تقلیل عبادت سے عوام کو مسخر کرنا منظور ہے اور آخرت کی پرواہ نہیں تو جھگڑے کی کیا حاجت تھی الخ ص۱۲"

اسی طرح ایک دو ورقہ انجمن سیف الاسلام مسجد نیلہ گنبد لاہور کے سیکرٹری، عبدالستار طالب علم کی طرف سے نکالا گیا جس میں طالب علم مذکور نے جماعت اہلحدیث لاہور پر بہت کچھ صفرا پاشی بلکہ زہر افشانی کی ہے اور لطف یہ کہ طالب علم مذکور آٹھ رکعت تراویح کو فعل نبوی تسلیم کرتا ہے چنانچہ لکھتا ہے:۔

"ہاں اس میں شک نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف آخری سال محض تین راتوں میں آٹھ ہی رکعتیں پڑھیں" (ص۳ سطر اوّل و دوم)

باوجود اس اقرار کے اس سے آگے جماعت اہلحدیث کو خطاب کرتے ہوئے لکھتا ہے :-

"ہر مسئلہ میں نفسانیت کو اختیار کر کے کمی وتخفیف پر عمل کرتے ہو۔"

ناظرین! آپ ان ہر سہ مصنّفین کی تصریحات کو پڑھکر ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ ان کی غرض عوام میں اہلحدیث کی نسبت بدظنی اور نفرت پھیلانے کے سوا اور کیا ہے؟ حاصل کلام ان سب کا یہ ہے کہ اہلحدیث جو قیام رمضان گیارہ رکعات سے کرتے ہیں تو عبادت میں کمی کے خیال سے کرتے ہیں حالانکہ آخری مصنف صاحب گیارہ رکعات کو فعلِ نبوی بھی مانتے ہیں۔ باوجود اس کے جماعت اہلحدیث کو ملامت کر کے کہتے ہیں کہ تم نفسانیت کو اختیار کر کے کمی و تخفیف پر عمل کرتے ہو۔ گویا اُن کے نزدیک آنحضرتؐ کی نصاب تراویح گیارہ رکعات ذکر کثیر نہیں بلکہ معاذاللہ ذکر قلیل ہے اور اس کی اتباع نفسانیت ہے۔

اسی طرح حزب الاحناف والا مصنّف ابوالحسنات قادری اہلحدیث کو عبادت میں کمی کرنے والے اور آخرت سے بے پرواہی کرنے والے ثابت کرنا چاہتا ہے۔

حالانکہ خدائے تعالیٰ آخرت کی پرواہ رکھنے والوں اور ذکر کثیر کرنے والوں کو اتباعِ سنّت کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (احزاب پ۲۱)

حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ اس آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں :-

"البتہ تحقیق ہے واسطے تمہارے بیچ رسولِ خدا صلعم کے پیروی اچھی واسطے اس شخص کے کہ اُمّید رکھتا ہے خُدا کی اور دن پچھلے کی اور یاد کرتا ہے اللہ کو بہت۔"

اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہ اپنی تفسیر موضح القرآن میں اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں :-

"یعنی تمہارے حق میں یہی بہتر ہے جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) چال

چلے جاؤ۔ یعنی جو وہ کریں یا فرمادیں وہی کرو۔"

"اور محنت و مصیبت پر صبر کرو اور یہ بات اس کے واسطے ہے جو امیدوار ہے۔ خدائے تعالیٰ کی رحمت کا اور آخر کے دن کے آرام کو چاہتا ہے اور یاد خدائے تعالیٰ کی کرتا ہے بہت"

اِس آیت اور اس کے ترجمہ اور تفسیر سے صاف واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ترغیب دیتا ہے کہ اگر تم کو خدا کے ثواب اور پچھلے دن کے آرام کی خواہش ہے اور تم خُدا کو بہت بہت یاد کرنا چاہتے ہو تو تم میرے رسول پاکؐ کی پیروی کرو۔"

اس سے معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کا نصاب خدا کے نزدیک ذکر کثیر ہے۔ کیونکہ اگر ذکر کثیر نہ ہو تو ذکر کثیر کرنے والوں کو خدائے تعالیٰ اتباعِ سنّت کی ترغیب نہ دے۔

پس جو شخص گیارہ رکعت تراویح کو ذکر قلیل جانتا ہے وہ یا تو علم سنّت سے جاہل ہے یا اس کے دل پر نفس کا تسلّط ہے کہ وہ درپردہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت پر حملہ کر رہا ہے۔ ایسا شخص فیوض و برکاتِ روحانیہ سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔"

حدیث دان علمائے حنفیہ کی تصریحات

اس کے بعد ہم اوّلاً اِس سوال کے ہر دو پہلوؤں کے متعلق حدیث دان علمائے حنفیہ کی تصریحات ذکر کرتے ہیں اور اُن کے وہ علماء و مصنفین جو علم حدیث میں مہارت نہیں رکھتے وہ اپنے دائرہ میں چاہے کتنے ہی بڑے اصولی اور فقیہہ ہوں ان کو نظرانداز کرتے ہیں (وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ)

ا۔ شیخ ابن ہمام رح حنفیوں میں بڑے پائے کے عالم ہوئے ہیں۔ اصول و فروع ہر دو میں ماہر کامل تھے۔ علم حدیث میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ فتح القدیر شرح ہدایہ میں فریقین کی روایات کا ذکر کر کے اور بیس۲۰ رکعت والی مرفوع روایت کو ضعیف قرار دے کر بطور فیصلہ فرماتے ہیں:۔

فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر في جماعة فعله عليه الصلوٰة والسلام (ج ا صفحہ ۱۹۸ مطبوعہ لکھنؤ)	پس اس تمام بیان کا حاصل یہ ہے کہ قیام رمضان جو سنّت ہے سو وتر سمیت گیارہ رکعت ہے جسے آنحضرتؐ نے باجماعت اپنے فعل سے ادا کیا۔

پھر اس کے بعد بیس۲۰ کی بابت فرماتے ہیں کہ وہ کس کا طریق عمل ہے:۔

وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين الخ	یعنی تراویح کا بیس۲۰ ہونا خلفاء الراشدین کا طریق عمل ہے۔

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں:۔ فتكون العشرون مستحبا وذالك القدر منها هو السنة۔ یعنی پس بیس۲۰ تو مستحب ہوں گی۔ اور ان میں سے وہ (مذکور بالا) مقدار

(یعنی آٹھ) ہی سنّت ہے"

۱۔ اسی طرح علاّمہ عینی حنفی رحؒ جو مذہب حنفی کی حمایت میں اُدھار کھائے ہوئے ہیں۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا و عن ابیہا) کی گیارہ رکعت والی حدیث کے ذیل میں آپ کے الفاظ مبارکہ مَا کَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَیْرِھَا عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَۃَ رَکْعَۃً کو قائم رکھتے ہوئے اُس کی شرح میں سوال پیدا کرتے ہیں اور پھر خود ہی اُس کا جواب دیتے ہیں:۔

"پس اگر تو کہے کہ ابن ابی شیبہ رحؒ نے حضرت ابن عباس رضؓ کی حدیث سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) رمضان شریف میں بیس ۲۰ رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے۔ تو اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ اِس حدیث کو ابو القاسم بغوی نے بھی معجم الصحابۃ میں روایت کیا ہے۔ چنانچہ کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے منصور بن ابی مزاحم نے اس نے کہا حدیث بیان کی ہم سے ابو شیبہ نے حکم سے اس نے مقسم سے اس نے ابن عباس سے الحدیث۔ اور ابو شیبہ (مذکور) وہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی جو شہر واسط کا قاضی اور ابو بکر بن ابی شیبہ کا دادا تھا۔ اُسے (امام) شعبہ رحؒ نے تو کاذب کہا ہے۔ اور (امام) احمد رحؒ اور (امام) یحییٰ ابن معین اور (امام) بخاری اور (امام) نسائیؒ اور دیگروں نے اُسے ضعیف کہا ہے۔ اور (امام) ابن عدی نے اس کی اس بیس ۲۰ رکعت والی حدیث کو اپنی کتاب کامل میں اُس کی منکر حدیثوں میں داخل کیا ہے۔" (عینی علی البخاری جلد پنجم ص ۲۵۸/۲۵۹ مطبوعہ مصر)

اور نماز تراویح کے قدر مستحب کے متعلق اسی جلد کے ص ۳۵۶ پر فرماتے ہیں۔

وَقَدِ اخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِیْ عَدَدِ الْمُسْتَحَبِّ فِیْ قِیَامِ رَمَضَانَ عَلٰی اَقْوَالٍ کَثِیْرَۃٍ یعنی (تراویح کے متعلق) عدد مستحب کی نسبت علماء کے بہت سے مختلف اقوال ہیں۔

پھر اس کے بعد سب اقوال کا ذکر کیا ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۴۱ رکعت مع وتر، ۴۰ اور سات وتر، ۳۸ اور ایک وتر، ۳۶ اور تین وتر، ۳۴، ۲۸، ۲۴، ۲۰، دیکھئے علامہ موصوف ۲۰ کو بھی قدر مستحب میں شمار کرتے ہیں، اور اس فہرست میں ۱۱ رکعات کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ گیارہ کی تعداد مسنون تعداد ہے جیسے علامہ موصوف رح حضرت عائشہ صدیقہ رض والی حدیث میں ثابت و قائم رکھتے ہیں ان کا شمار بوجہ مسنون نبوی ہونے کے قدر مستحب میں نہیں آسکتا۔

۳۔ اسی طرح مولانا عبدالحی لکھنوی رح جو زمانہ حال کے حنفیہ میں تبحر علوم اور حدیث دانی میں بے مثل عالم ہوئے ہیں بلکہ انھوں نے اپنی خدمات علمیہ سے فقہ حنفی کی کتابوں میں جان ڈال دی ہے۔ تعلیق ممجد حاشیہ موطا امام محمد رح میں فرماتے ہیں۔

"آنحضرت ص نے (تین شب) جو نماز وتر (تراویح) پڑھی اس کی گنتی ایک ضعیف حدیث میں یوں ہے کہ بیس رکعات پڑھیں اور (پھر) وتر بھی پڑھے۔ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ رح نے حضرت ابن عباس رض کی حدیث سے روایت کیا اور (امام) ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رض کی حدیث سے روایت کیا کہ آپ نے صحابہ رض کو آٹھ رکعات پڑھائیں اور پھر وتر پڑھے۔ اور یہ بہت صحیح ہے اور کتاب تنویر میں بھی اسی طرح ہے۔ (انتہی مترجماً ص۱۴۱ حاشیہ نمبر۱ باب قیام شہر رمضان الخ)

اسی طرح آپ عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں فرماتے ہیں:۔

"لیکن (رکعات تراویح کی) گنتی پس (امام) ابن حبان وغیرہ رح نے روایت کیا کہ اُن راتوں میں آنحضرت ص نے (صحابہ رض) کو آٹھ رکعات اور تین وتر پڑھائے۔ ہاں بیس رکعات پر صحابہ رض کا اہتمام حضرت عمر رض اور حضرت عثمان اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) اور اُن کے بعد کے عہد میں ثابت ہوا ہے" (حاشیہ نمبر۴ ص۲۰۷)

اسی طرح آپ حاشیہ ہدایہ میں بھی بالتفصیل فرماتے ہیں:۔

(دیکھو ص۱۳۴ جلد اوّل حاشیہ نمبر۷)

اِسی طرح آپ مولانا مولوی غلام نبی صاحب مرحوم سوہدروی کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

"آنحضرتؐ سے قیام رمضان جو تراویح کے نام سے مشہور ہے دو طریق پر مروی ہے۔ ایک بمقدار بیس ۲۰ رکعات بدون جماعت جیساکہ ابن عباسؓ نے کہاکہ آنحضرتؐ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس ۲۰ رکعت اور وتر پڑھتے تھے' اسے ابن شیبہ نے اور عبد بن حمید نے اور بغویؒ نے معجم میں اور طبرانی نے اور بیہقی نے روایت کیا۔ لیکن ان سب روایتوں کی سند ضعیف ہے جیساکہ میں نے اُس کی تفصیل مع مالہ وما علیہ کے اپنے رسالہ تحفۃ الاخیار فی احیاء سنۃ سیّد الابرار میں بیان کر دی ہے (امام) زیلعی (حنفی) تخریج احادیث ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کے سبب جو امام ابوبکر بن شیبہ کا دادا ہے معلول ہے۔ اور اس کے ضعف پر سب (حفاظ) کا اتفاق ہے۔"

دوسرا طریق مقدار آٹھ رکعات اور تین وتر با جماعت کا ہے۔ اور یہ طریق آنحضرتؐ سے بجز تین رات کے دیگر کسی رات میں منقول نہیں۔ اِس کے بعد حضرت مولانا موصوف ابن حجر مکی ہیتمی حنفیؒ کی شرح مشکوٰۃ سے نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

"ہمارے (حنفیہ کے) بعض ائمہ کا یہ قول کہ آنحضرتؐ نے لوگوں کے ساتھ بیس ۲۰ رکعات پڑھیں' شاید مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے لیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ رمضان میں بیس ۲۰ رکعت پڑھا کرتے تھے۔ نیز اُس روایت سے جسے (امام) بیہقیؒ نے روایت کیاکہ آنحضرتؐ نے صحابہؓ کو بیس ۲۰ رکعات دس ۱۰ سلاموں کے ساتھ پڑھائیں۔ لیکن یہ دونوں روایتیں ضعیف ہیں اور صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ آپؐ نے صحابہؓ کو آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔ لیکن صحابہؓ نے اس بات پر اجماع کیاکہ تراویح بیس ۲۰ رکعت

ہیں۔ انتہیٰ"۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رح تلخیص الحبیر میں بعد ذکر روایت مذکورہ کے لکھتے ہیں لیکن رکعات کی گنتی پس امام ابن حبان رح نے اپنی صحیح میں حضرت جابر رض کی حدیث سے روایت کیا کہ آنحضرت صلعم نے آٹھ رکعات پڑھائیں پھر وتر پڑھائے (انتہیٰ مترجماً) مجموعہ فتاوی جلد اوّل صفحہ ۲۹۷)

اسی طرح امام زیلعی رح کا رتبہ بھی معلوم ہے۔ اور اُن کی حدیث دانی بھی مسلّم ہے آپ تخریج الہدایہ میں قیام رمضان کے باب میں پہلے صحیح ابن حبان والی روایت کا ذکر کرتے ہیں جو حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے رمضان میں صحابہ رض کے ساتھ قیام کیا۔ اور اُن کو آٹھ رکعات پڑھائیں اور وتر بھی پڑھے۔

(الحدیث) اس کے بعد بیس۲۰ رکعت والی روایت کا ذکر کیا کہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اور طبرانی نے اور اس سے بیہقی نے ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ کی حدیث سے حکم سے اس نے مقسم سے اس نے ابن عباس رض سے روایت کیا کہ آنحضرت صلعم رمضان شریف میں بیس۲۰ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ سوائے وتر کے۔ انتہیٰ۔"

"نیز روایت کیا اسے فقیہ ابو الفتح سلیم بن ایوب رازی نے کتاب الترغیب میں پس کہا کہ تین وتر بھی پڑھے۔ اور یہ (حدیث) معلول ہے۔"

"ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے جو دادا ہے۔ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ کا۔ اور اس کے ضعف پر (محدثین) کا اتفاق ہے۔ اور لیّن کہا اُسے ابن عدی رح نے کامل میں۔ اس کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ مخالف ہے۔ اُس صحیح حدیث کے جو ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن (بن عوف رض) سے مروی ہے کہ اُس نے حضرت عائشہ رض سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز رمضان میں کس طرح ہوتی تھی۔ تو حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ آپ صلعم رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات پر زیادہ نہ کرتے تھے" الحدیث" (جلد اوّل صفحہ ۲۹۳)

مذکورہ بالا علماء (خدا ئے تعالیٰ اُن پر رحمتیں کرے) حضرات حنفیہ کے گھر کے گواہ ہیں۔ اُن کے علم و فضل میں کسی کو کلام نہیں۔ اِن کی تصریحات سے صاف واضح ہے کہ بیس² رکعات والی حدیث مرفوع سب کے نزدیک ضعیف ہے۔ اور آٹھ رکعات والی صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کی حضرت جابر رضؓ والی حدیث اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ والی حدیث سب کے نزدیک صحیح ہے۔ اور اِن عبارتوں سے یہ بھی واضح ہے کہ بیس² رکعات کا عدد صحابہ رضؓ کے عمل سے لیا گیا ہے نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اور اسی لئے بیس² یا بیس² سے زیادہ رکعات کو سب مستحب لکھتے ہیں۔ اور صاحبِ ہدایہ اور صاحبِ شرح وقایہ وغیرہما حنفی مصنفین نے اسے عملِ خلفاء کہا ہے نہ کہ عملِ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ایک منصف مزاج حنفی کے لئے یہ بیان کافی ہے کہ جب ان کے بڑے بڑے حدیث دان علماء آٹھ رکعات تراویح کو سنت النبی ﷺ ثابت کرتے ہیں۔ تو وہ آنحضرت ﷺ کی اس سنت سے نہ چڑا کریں۔ اور نیز یہ کہ جب اُن کے اپنے متبحر علماء بیس² رکعات والی حدیث کو بالاتفاق ضعیف کہتے ہیں۔ اور بیس² کو عملِ صحابہ رضؓ قرار دیتے ہیں گو وہ سب روایتیں بھی ضعیف ہیں تو وہ بیس² پر اصرار نہ کیا کریں۔ واللہ الہادی۔

ائمہ محدثین رحمہم اللہ کی تصریحات

اِس کے بعد ہم ائمہ محدثین کی تصریحات نقل کرتے ہیں کہ وہ تمام کے تمام بیس² رکعات والی مرفوع روایت کو ضعیف کہتے ہیں اور آٹھ والی کو بالاتفاق صحیح جانتے ہیں اور بوجہ اس نماز کے نفلی ہونے کے اِس تعداد سے زیادہ کو بھی جائز گردانتے ہیں اور اس زیادتی کی کوئی خاص حد مقرر نہیں کرتے، لیکن اس زیادتی کو جائز جاننے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ اتباعِ سنت کے جذبہ سے گیارہ رکعات پڑھنے والوں کو ہدفِ ملامت بناتے، اور لامذہب اور قلتِ عبادت کے طالب جانتے ہیں۔

² ان موقوف روایتوں کا حال ہم ان شاء اللہ آئندہ دکھائیں گے کہ یہ بھی ضعیف طرق سے مروی ہیں دیکھو صـ رسالہ ہٰذا۔ ۱۲ منہ

Scanned with OKEN Scanner

۱- امام محمد بن نصر مروزیؒ بڑے پایہ کے امامِ حدیث ہیں انھوں نے آنحضرتؐ کے قیامِ لیل اور قیامِ رمضان اور نماز وتر کے متعلق خاص اپنی سندوں سے خاص کتاب لکھی ہے۔ اُس میں آپ قیام رمضان کی تعداد رکعات کا باب باندھتے ہیں۔ اور اُس کے نیچے سب سے پہلے حضرت جابرؓ کی حدیث لکھتے ہیں جس کا ذکر صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کے حوالہ سے اُوپر کئی بار ہو چکا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے رمضان میں آٹھ رکعات پڑھیں اور پھر وتر پڑھے۔ پھر سائب بن یزید والی روایت ذکر کی ہے، کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اُبی بن کعبؓ کو اور حضرت تمیم داریؓ کو امر کیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔ اِن دونوں کے بعد دیگر موقوف روایات بھی ذکر کیں۔ کسی میں ۱۳ کا ذکر ہے۔ کسی میں ۲۰ کا کسی میں ۳۶ کا کسی میں ۴۱ کا ان سب کے بعد لکھتے ہیں:

"اِسحاق بن منصور نے کہا کہ میں نے امام احمد حنبل سے پوچھا کہ قیام رمضان میں کتنی رکعات پڑھی جائیں۔ امام صاحب ممدوحؒ نے فرمایا قَدْ قِیْلَ فِیْہِ اَلْوَانٌ نَحْوًا مِّنْ اَرْبَعِیْنَ اِنَّمَا ھُوَ تَطَوُّعٌ (ص۹۲) یعنی اس میں کئی رنگ کے قول قریب چالیسؒ کے ہیں۔ یہ تو نفلی نماز ہے۔ اس کے بعد امام شافعیؒ کا قول ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں نے لوگوں کو مدینہ طیبہ میں دیکھا کہ ۳۹ رکعتیں پڑھتے ہیں اور مجھے بیسؒ زیادہ پسند ہیں۔ اور فرمایا کہ مکہ شریف میں اسی طرح قیام کرتے ہیں اور یہ بھی فرمایا لَیْسَ فِیْ شَیْئٍ مِّنْ ھٰذَا ضِیْقٌ وَّلَا حَدٌّ یُّنْتَھٰی اِلَیْہِ لِاَنَّہٗ نَافِلَۃٌ یعنی اس میں کسی تعداد کے متعلق کوئی تنگی نہیں اور نہ کوئی حد مقرر ہے۔ جہاں پر جا کر انتہا ہو جائے۔ کیونکہ یہ نفلی نماز ہے۔ (ص۹۲)

۲- اسی طرح امام سیوطیؒ نے اس امر میں ایک مستقل رسالہ بنام المصابیح فی صلوۃ التراویح لکھا ہے کہ بیسؒ تراویح والی روایت ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ وہ باتفاق محدثین ضعیف ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کی گیارہ رکعات والی حدیث اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم داریؓ کو حضرت عمرؓ کے گیارہ رکعات

پڑھانے کا حکم دینے کی روایت بالکل صحیح ہے؛ اور اہلِ حرمین اور دیگروں نے اس پر جو زیادت کی ہے سوا سے نفل نماز جانتے ہوئے کی ہے۔

اب ہم اِن تینوں امروں کے متعلق امام سیوطی کے اس رسالے سے ضروری اقتباسات ترجمہ کی صورت میں نقل کرتے ہیں۔

امرِ اوّل۔ بیس رکعت والی روایت کی تضعیف:۔

۱۔ "مجھ سے بہت دفعہ پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) نے بیس تراویح پڑھی تھیں جو کہ آج کل مروّج ہیں۔ تو میں اس کا جواب دیتا رہا کہ "نہیں"۔ ص۱

۲۔ "یہ ثابت نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے بیس رکعتیں پڑھیں" ص۱

۳۔ جس شخص نے اسے یعنی بیس کو ثابت کہا ہے اس نے ایسی حدیث سے تمسک کیا ہے جس کو دلیل بنانا درست نہیں۔ ص۱

۴۔ اس کے بعد مصنف ابن ابی شیبہ اور مسندِ عبد بن حُمید اور طبرانی کی روایتیں مع سلسلہ سند کے ذکر کی ہیں۔ اور ان تینوں میں ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان راوی ہے۔ اور تینوں کا مدار اسی پر ہے۔ اس کے بعد اس راوی اور اس روایت کی نسبت بہت سے ائمہ محدثین کے اقوال بالتفصیل ذکر کئے ہیں۔ ہم بہ نظرِ اختصار پہلے اُن محدثین کے اسماء ذکر کرتے ہیں۔ پھر مجموعی طور پر اس راوی ابو شیبہ ابراہیم کی بابت اُن کے اقوال لکھیں گے۔ اس سے آپ سمجھ سکیں گے کہ محدثین کے نزدیک ایسے شخص کی روایت کا کیا اعتبار ہے۔

فہرست اسمائے محدثین:۔ امام شعبہؒ۔ امام یحییٰ بن معین۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ امام بخاریؒ امام نسائیؒ۔ امام ذہبیؒ۔ امام مزنی۔ امام ابو حاتم رازیؒ۔ امام ابن عدیؒ۔ امام ابو داؤدؒ۔ امام ترمذیؒ۔ امام احوص بن فضل علائیؒ۔ امام جوزجانیؒ۔ امام ابو علی نیشاپوریؒ۔ امام صالح بن محمدؒ بغدادیؒ۔ امام معاذ عنبریؒ (ص۲ سے ص۶ تک)

اِس کی نسبت اِن ائمہ حدیث کے اقوال:۔

کاذب[1] (جھوٹا) لیس بثقۃ[2] (غیر معتبر) ضعیف[3]۔ سکتوا عنہ[4] (محدثین اس کی روایت نہیں لیتے) متروک[5]۔ منکر الحدیث[6] (غلط گو) ساقط[7] (پایہ اعتبار سے گرا ہوا) لیس بالقوی (قوی نہیں ہے) ضعیف لا یکتب[9] (ایسا ضعیف ہے کہ اس کی حدیث لکھی بھی نہ جائے) مذموم[10] (بہت بُرا آدمی ہے) امام سیوطیؒ یہ سب کچھ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔

۵۔ "یہ ائمہ حدیث جس کو ضعیف کہنے پر متفق ہیں اس کی حدیث سے دلیل پکڑنا حلال نہیں"

جس کو امام شعبہؒ کاذب کہدیں اُس کی طرف التفات نہ کرنی چاہیے"

"اس (حدیث) کے رَد میں اسی قدر کافی ہے۔ اور یہ ایک دلیل ہے۔ اُن دلائل میں سے جن کی وجہ سے مردود ہے"

۶۔ اس کے بعد دوسرے امر یعنی گیارہ رکعت والی روایت کی بابت فرماتے ہیں:۔

"صحیح بخاری وغیرہ (کتب حدیث) میں ثابت ہوچکا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آنحضرتؐ کے قیام رمضان کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے" ص۲

۷۔ اور (ان دونوں میں رکعات کی) گنتی پس امام ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں حضرت جابرؓ کی حدیث سے روایت کیا کہ آنحضرتؐ نے نماز پڑھائی لوگوں کو آٹھ رکعت پھر وتر پڑھے۔

(ساری تحقیق بالا کا) حاصل یہ ہے کہ بیس رکعات (کا پڑھنا) آنحضرتؐ کے فعل سے ثابت نہیں اور جو کچھ (شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے) صحیح ابن حبان سے نقل کیا ہے (یعنی آٹھ رکعات کا پڑھنا) سو وہ ہمارے مذہب کی انتہائی دلیل ہے۔ جس کا تمسک ہم نے اس روایت سے کیا جو صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ

آنحضرتؐ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ کیونکہ یہ روایت اس امر میں اِس کے موافق ہے کہ آنحضرتؐ نے (صحابہؓ کو) آٹھ رکعتیں پڑھائیں۔ اور پھر تین وتر پڑھائے پس یہ (تمام) گیارہ رکعات ہوئیں۔ ص۱۲

۸۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں گیارہ رکعات کا ہونا سُننِ سعید بن منصور سے نقل کرکے لکھتے ہیں وھذا ایضاً موافق لحدیث عائشۃؓ (ص۱۳)

یعنی یہ (سُننِ سعید بن منصور والی) روایت بھی حضرت عائشہؓ کی حدیث کے مطابق ہے۔

۹۔ اِس کے بعد امام زرکشیؒ کا قول نقل کرتے ہیں:۔

"اِس بات کا دعویٰ کہ آنحضرتؐ نے اس رات میں بیس۲۰ رکعت نماز پڑھائی صحیح نہیں۔ بلکہ صحیح بخاری میں تو یہ نماز بغیر ذکر گنتی کے ثابت ہے۔ (ہاں) حضرت جابرؓ کی روایت میں آیا ہے کہ آپؐ نے آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔ پھر آئندہ رات کو لوگوں نے آپ کا انتظار کیا۔ تو آپ (اس چٹائی کے چھپر سے جہاں آپؐ آرام کیا کرتے تھے) باہر نہ نکلے۔ اس کو امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبانؒ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا۔ (ص۱۴)

۱۰۔ "موطا اور سُننِ سعید بن منصور میں جو سند مذکور ہے وہ صحت کی نہایت کو پہنچی ہوئی ہے۔ اِس میں سائب بن یزید سے گیارہ رکعت کا ذکر ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت عمرؓ کے وقت میں گیارہ رکعات پڑھی جاتی تھیں۔"

۱۱۔ اِس کے بعد اپنے اصحاب میں سے امام جوزی کا قول نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے امام مالکؒ سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا:۔

"کہ جس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا تھا وہ گیارہ رکعت ہیں۔ اور مجھ کو وہی محبوب ہے اور وہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز

Scanned with OKEN Scanner

ہے۔ آپ سے کہا گیا کیا گیارہ رکعت تھی۔ آپ نے فرمایا ہاں اور تیرہ بھی اس کے قریب ہے اور میں نہیں جانتا کہ اتنی رکعات لوگوں نے کہاں سے نکال لیں اور کہا جوزیؒ نے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک رمضان میں رکعات کے شمار کی کوئی حد نہیں۔ کیونکہ وہ نفلی نماز ہے اور میں نے کتاب سعید بن منصور میں چند آثار دیکھے۔ جن میں بیس۲۰ اور چھتیس۳۶ کا بھی ذکر ہے۔ لیکن وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ کے بعد کی ہیں"

اِن تفصیلات و تصریحات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جملہ حدیث دان علماء بیس۲۰ رکعات والی روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ وہ سب آنحضرتؐ کے فعل سے صرف گیارہ رکعات کو ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ گیارہ پر زیادتی اس نظر سے جائز جانتے ہیں کہ یہ نفلی نماز ہے۔ نہ اس وجہ سے کہ یہ گنتی آنحضرت (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کے فعل سے منقول اور ثابت ہے۔ دل کی سلامتی اور حق کی تلاش اور خدا سے رحمٰن کی توفیق شامل حال ہو تو یہ بیان کافی ہے۔

علمائے حنفیہؒ کی بیس۲۰ رکعات کے متعلق دیگر روایتیں

ناظرین! سابقہ فصلوں میں آپ تیئیس۲۳ رکعات والی مرفوع روایت کا ضعف اور گیارہ رکعات والی روایتوں کی صحت و قوت ائمہ محدثینؒ اور حدیث دان حنفی علماء کے متفقہ اقوال سے معلوم کر چکے ہیں اور اس کے ضمن میں یہ بھی مطالعہ فرما چکے ہیں کہ علمائے حنفیہؒ کے بیس۲۰ رکعات اختیار کرنے کی یہ وجہ ہے کہ ان کے نزدیک حضرات عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کے عہد میں بیس۲۰ پڑھی جاتی تھیں۔

نیز یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کا بیس۲۰ رکعتوں پر اجماع ہو گیا تھا۔

سو اب ہم خدا کے فضل سے ان روایات کا حال بتاتے ہیں جن کی بنا پر وہ

یہ کہتے ہیں۔ اس سے قبل ہم ایک بات جتا دینا چاہتے ہیں کہ حضراتِ حنفیہ کا قدم فنِّ حدیث کی روایت اور اُس کی صحت و سقم کی معرفت میں مجموعی طور پر بہت پیچھے ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدرت کی طرف سے اِس کام کے لئے پیدا ہی نہیں کئے گئے۔ اور یہ بات ہم تعصّب یا حمایت مذہبی کی بنا پر نہیں بلکہ حال واقعی اور ائمہ محدّثین کی تصریحات سے کہتے ہیں جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔ یہ تو ان کے بزرگ علماء کا حال ہے کہ وہ اس فن میں کم مایہ ہیں۔ لیکن اُن کے چھوٹے علماء جن کے قبضے میں عوام ہیں وہ اور ہی غضب ڈھاتے ہیں کہ وہ لوگوں تک علم کو صحت و صفائی کے ساتھ نہیں پہنچاتے بلکہ حق کو چھپاکر اور حق و باطل کو ملاکر یا تحریف کر کے اُن سے اپنے مقاصد پورے کرتے ہیں۔ نمونہ کے لئے روایاتِ ذیل ملاحظہ فرمائیے جو مولوی ابو یوسف محمد شریف صاحب (ساکن کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ) نے اپنی کتاب التراویح میں کسی رسالہ سے نقل کی ہیں:-

نمبر اوّل پر مولوی صاحب موصوف ابی شیبہ کی بیس رکعت والی مرفوع روایت ذکر کرتے ہیں۔ جس کا حال مفصلاً فصول سابقہ میں بیان ہو چکا ہے۔

نمبر ۲ پر امام بیہقی کی معرفۃ السُّنن کی روایت نقل کی ہے۔ جو ابو عثمان بصری کے واسطہ سے ہے کہ حضرت سائب بن یزید رضؓ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے ص۳۲۔

جواب۔ اس میں ابو عثمان بصری راوی قابل اعتبار نہیں۔ ملاحظہ ہوں تصریحات ذیل:-

۱۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہا۔ المعتزلی المشھور کان داعیۃ الی البدعۃ اتھمہ جماعۃ یعنی وہ مشہور معتزلی ہے۔ بدعت کی طرف بہت دعوت کرتا تھا۔ (محدّثین کی) ایک جماعت نے اُسے کاذب (متہم) کہا ہے“ (ص۲۸۶)

۲۔ امام بخاری رح کتاب الضعفاء الصغیر میں لکھتے ہیں۔ عمرو بن عبید البصری ابو عثمان ترکہ یحیی القطان یعنی امام یحیٰی قطان نے اسے ترک کر دیا تھا۔ مطر بن وراق نے کہا کہ وہ کاذب ہے (ص ۲۶)

۳۔ امام نسائی رح کتاب الضعفاء والمتروکین میں فرماتے ہیں عمرو بن عبید بن باب بصری متروك الحدیث ابو عثمان۔ یعنی ابو عثمان عمرو بن عبید بصری متروک الحدیث ہے۔ (ص ۲۳)

۴۔ حافظ صفی الدین احمد۔ خلاصہ میں فرماتے ہیں:۔
عمرو بن عبید التمیمی مولاھم ابو عثمان البصری رأس المعتزلۃ × × × ترکہ عمرو بن علی وکذبہ یونس بن عبید۔ یعنی معتزلوں کا سردار ہے۔ عمرو بن علی نے اسے ترک کر دیا تھا۔ اور جھوٹا کہا اس کو یونس بن عبید نے۔

نتیجہ یہ کہ ایسے شخص کی روایت معتبر نہیں۔ علاوہ اس کے حضرت سائب بن یزید صحابی سے بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عمر رض کے عہد میں گیارہ رکعات کے ساتھ قیام کیا جاتا تھا۔ جو ص ۲۳ پر سعید بن منصور اور امام مالک کی روایت سے امام سیوطی رح کی کتاب کے خلاصہ سے نقل ہو چکا ہے۔ اور اس سند کو امام سیوطی رح نے فی غایۃ الصحۃ کہا ہے پس سائب بن یزید رض کی روایت گیارہ رکعت کی صحیح ہے نہ کہ بیس ۲۰ کی۔

تیسری حدیث۔ مولوی محمد شریف صاحب نے یزید بن رومان والی لکھی ہے کہ لوگ حضرت عمر رض کے زمانہ میں رمضان شریف میں تئیس ۲۳ رکعت (تراویح) پڑھتے تھے۔ (ص ۲۴) مولوی محمد شریف کا اس کو حدیث کہنا لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ یہ تو یزید بن رومان کا قول ہے جس کی سند مذکور نہیں۔ اور بغیر سند کے کوئی روایت قابل غور نہیں ہو سکتی۔ چہ جائیکہ اس پر عمل یا اعتقاد کی بنیاد رکھی جا سکے۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ یزید بن رومان نے

حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ کیونکہ حضرت عمرؓ ۲۳ھ میں شہید ہوئے اور یزید بن رومان ۱۳۰ھ میں فوت ہوا۔ (خلاصہ وغیرہ) پس جب وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ تو اُسے حضرت عمرؓ کے زمانہ کا علم بغیر کسی واسطے کے نہیں ہو سکتا۔ اور وہ مذکور نہیں اور نہ کسی امامِ حدیث یا کسی شارح موطا نے اس کا وصل دکھایا ہے، حتیٰ کہ حنفی مذہب کے بڑے بڑے حمایت کرنے والے بھی اس کے وصل سے ساکت ہیں بلکہ ان کو تسلیم کرنا پڑا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔ اور یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا علامہ عینیؒ نے شرح بخاری (جلد ۵ ص۳۵۷) اور علامہ زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں اسے صاف الفاظ میں مانا ہے"

دیگر یہ کہ روایت اس واسطے بھی قابل تسلیم نہیں کہ موطا امام مالکؒ ہی کی دوسری روایت میں جو سائب بن یزید صحابیؓ سے مروی ہے یہ مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت اُبیّ بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا تھا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں، اور یہ روایت بالکل صحیح اور متصل السند ہے۔ بلکہ امام سیوطیؒ نے اس کی نسبت فی غایۃ الصحۃ کہا ہے اور سائب بن یزید صحابی نے حضرت عمرؓ کا زمانہ یقیناً پایا ہے کیونکہ وہ صحابی ہیں۔ بلکہ مدینہ شریف میں سب صحابہؓ کے بعد فوت ہوئے (زرقانی جلد اوّل ص۲۱۵)

پس اِن کی روایت کے مقابلہ میں یزید بن رومان کی غیر متصل روایت قابلِ سماعت نہیں ہو سکتی۔ سائب بن یزیدؓ کی روایت کی خصوصیات آگے ص۔ پر دیکھئے

دیگر یہ کہ اگر یہ روایت امام مالکؒ کے نزدیک ثابت ہوتی تو آپ کا عمل اس کے خلاف نہ ہوتا۔ اور حنفی علمائے اصول بالتصریح فرماتے ہیں کہ اگر راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اُس روایت پر عمل نہیں کیا جائے گا (نور الانوار ص۱۹۱) اس امر کا بیان کہ امام مالکؒ کا اپنا مختار مذہب گیارہ رکعت کا ہے۔ امام سیوطیؒ کی کتاب کے اقتباسات میں ہمارے اِسی رسالہ کے ص۲۴ پر گذر چکا ہے۔

کہ آپ نے فرمایا :۔

" جس پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا تھا۔ مجھے وہ نہایت پسند ہے اور وہ گیارہ رکعت ہیں۔ اور وہی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نماز ہے۔ اور امام مالکؒ کا یہ مذہب حنفی مذہب کے متعصب حامی علامہ عینیؒ کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے۔ (دیکھو عینی علی البخاری جلد پنجم صفحہ ۳۵۷)

پس مولوی محمد شریف صاحب کوٹلوی یا کوئی دیگر صاحب علم حنفی خدا کے رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ثابت شدہ سنت کو اور حضرت عمرؓ کے صحیح الاسناد آرڈر (حکم) کو یزید بن رُومان کی غیر متصل روایت سے ٹال نہیں سکتے۔ (واللہ الھادی)

اِس کے بعد مولوی محمد شریف صاحب نے نمبر ۱ سے نمبر ۱۰ تک حضرت عمرؓ کے متعلق اور نمبر ۱۱ سے نمبر ۱۳ تک حضرت علیؓ سے اور نمبر ۱۴ پر حضرت عبداللہ مسعودؓ سے جو روایتیں ذکر کی ہیں۔ وہ سب منقطع اور ضعیف ہیں اور ان میں سے کوئی بھی شروطِ صحت اور اتصال سند سے ثابت نہیں۔ پس یہ دعویٰ کہ بیس ۲۰ رکعت تراویح کا تقرر خلفاء کے حکم یا عمل سے لیا گیا ہے۔ محدثینؒ کے نزدیک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اور اس امر کا مولوی محمد شریف صاحب کو خود اقرار ہے کہ یہ روایتیں منقطع ہیں لیکن اُن کو بہ سبب علم کی کمی اور دل کی کجی کے چند اوہام عارض ہو گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ باوجود اقرار و تسلیم کے اپنے اختیار کردہ تقلیدی مذہب سے ہٹ نہیں سکتے۔ سو مناسب ہے کہ ہم اوہامِ شریفیہ کی سُرخی کے ضمن میں اُن اوہام کا ازالہ کر دیں۔ کیونکہ وہ ہمارے پُرانے دوست ہیں۔ اور باوجود مخالفت کے محبت سے ملتے ہیں۔

اوہامِ شریفیہ اور اُن کا جواب

پہلا وہم یہ ہے کہ یزید بن رُومان کی روایت ہر چند کہ منقطع ہے۔ اور اُس نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا لیکن چونکہ وہ موطا مالک رح میں ہے۔ اور اُس کی جملہ مرسل و منقطع روایات کا اتصال ثابت ہے اس لئے یہ انقطاع اسے قبولیت کے درجے سے نہیں گرا سکتا۔ ملخصاً

اس کا ازالہ اس طرح ہے کہ یہ بات جملہ روایات کی نسبت علی الاطلاق درست نہیں، بلکہ صرف اُن روایات کے متعلق ہے۔ جو مسند اور آنحضرتؐ کی طرف نسبت کی گئی ہیں۔ دیکھئے حافظ ابن حزم میں فرماتے ہیں۔ فَاِنْ ذَکَرُوْا قَوْلَ مَالِكٍ، بَلَغَنِیْ اَنَّ رَجُلًا جَاءَ اِلٰی عُثْمَانَ الخ اس پر حافظ ابن حزم فرماتے ہیں۔ قَالَ عَلِیٌّ (ابن حزم) هٰذَا بَلَاغٌ لَا یَصِحُّ یعنی یہ بلاغ صحیح نہیں ہے۔ (محلّٰی جلد ۳ ص ۸۸)

دوسرا وہم۔ تو مجموعۂ توہمات ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی محمد شریف صاحب لکھتے ہیں کہ سائب بن یزید کی روایت میں حضرت عمرؓ کے امر سے گیارہ رکعت کا ذکر کرنے میں امام مالک رحؒ متفرد ہیں۔ پس بقول حافظ ابن عبدالبر امام مالک کا وہم ہے۔ (ص ۲۸، ۲۹، ۵۱ کتاب التراویح) ملخصاً

نیز لکھتے ہیں معلوم ہوا کہ امر حضرت عمرؓ کا بجز امام مالک کسی نے روایت نہیں کیا لہٰذا یہ روایت شاذ ہوئی۔ جو ضعیف ہوتی ہے (ص ۵۲)

نیز مجھ عاجز (محمد ابراہیم) کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ "اب مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا فیصلہ سنو" جو انھوں نے رسالہ نظام الکلام میں لکھا ہے۔ کہ ثقہ راوی کسی روایت میں اپنے ہم اُستادوں کا خلاف کرے خواہ کسی لفظ کے زیادہ کرنے میں یا کم کرنے میں وہ روایت شاذ ہوتی ہے۔ اور حدیث صحیح کے لئے ضروری ہے کہ وہ شذوذ سے مبرا ہو (ص ۵۱ کتاب التراویح) پھر اخیر پر بطور خلاصہ فیصلہ کے لکھتے ہیں:-

"الحاصل یہ حدیث تفرد ثقہ کی بنا پر شاذ ہے۔ یا بقول ابن عبدالبر وہم ہے۔" بہرصورت قابل حجت نہیں (ص ۵۲)

الجواب:۔ اِن عبارات میں مولوی محمد شریف صاحب نے اپنے سب خفیہ کمالات ظاہر کردیے ہیں سچ ہے ۔ تا مرد سخن نہ گفتہ باشد۔ عیب و ہنرش نہفتہ باشد۔ دجل خیانت کج فہمی۔ کم علمی۔ غلط گوئی۔ مغالطہ دہی۔ بہتان و افترا۔ زیغ قلبی سے صحیح وثابت شدہ حق کا انکار۔ تخلیط والتباسِ حق وباطل۔ کتمان حق۔ لوگوں کی نظر میں امام مالکؒ اور اُن کی کتاب مؤطا کی قدر وقعت کے گھٹانے کا "جو اہلِ بدعت کی خالص نشانی ہے" اور اخیر پر یہ کہ آپ اپنی بات کو بقول شخصے "دروغ گو را حافظ نباشد" فراموش کردینے اور اس کے خلاف چلنے کا غرض کوئی کمال ایسا نہیں جو ان عبارات میں مولوی محمد شریف صاحب سے چھوٹا ہو۔

ہمارے ناظرین ہماری اس رائے کو مخالفتِ مذہبی پر محمول نہ کریں۔ بلکہ حقیقتِ واقعی یہی ہے جیسا کہ تفصیلی جواب سے آپ پر روشن ہوجائے گا۔ (واللہ الموفق والھادی)

امر اول یعنی وہم کا ازالہ یوں ہے کہ آپ نے علامہ زرقانی کی شرح مؤطا کے حوالہ سے جو لکھا ہے کہ حافظ ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ گیارہ رکعت کا قول وہم ہے۔ اس کے ساتھ ہی امام زرقانی اپنی طرف سے اس کا جواب لکھتے ہیں۔ وَلَا وَھْمَ اور امام مالک کے تفرد کا یہ جواب دیا ہے۔ لَیْسَ کَمَا قَالَ فَقَدْ رَوَاہُ سَعِیْدُ بْنُ مَنْصُوْرٍ مِنْ وَجْہٍ اٰخَرَ عَنْ مُحَمَّدِ ابْنِ یُوْسُفَ فَقَالَ اِحْدٰی عَشَرَۃَ کَمَا قَالَ مَالِکٌ یعنی جس طرح حافظ ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ امام مالکؒ اس میں متفرد ہیں حقیقت اس طرح نہیں ہے کیونکہ سعید بن منصورؒ نے (امام مالکؒ کے سوا) دوسرے طریق سے محمدؒ بن یوسف سے روایت کیا۔ اور اس راوی نے بھی امام مالکؒ کی طرح گیارہ ہی کہا ہے۔ اگر آپ یہ عبارت بھی ساتھ ہی نقل کردیتے۔ تو علامہ زرقانی کا حوالہ آپ کو مفید نہیں پڑتا تھا۔ بلکہ حافظ ابن عبدالبرؒ کے اعتراض کا مُسکت جواب ہوجاتا تھا۔ اس لئے آپ اِسے روزے کے ساتھ کھا گئے۔ اور ایسا ہضم

کیا کہ ڈکار بھی نہ لیا"۔[1]

آپ نے یہ عبارت تو نقل نہ کی لیکن اُسی صفحہ میں امام سیوطی رحؒ کا حوالہ دے کر اُس کا جواب دینا شروع کر دیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جو جواب آپ امام سیوطی رحؒ کو دے رہے ہیں وہی علامہ زرقانی کو دے سکتے تھے۔ پھر آپ کو نقل عبارت میں بخل یا خیانت کرنے کی کیوں سوجھی۔ یہ آپ کی خوش فہمی ہے کہ خواہ مخواہ خیانت کا ارتکاب کیا۔[2]

سنئے! آپ کو اس خیانت پر اس امر نے آمادہ کیا کہ آپ امام زرقانی کو اس اعتراض میں اپنے ساتھ جتانا چاہتے ہیں اور یہ ان پر بہتان ہے کیونکہ وہ اُسی سطر میں اس اعتراض کا ردّ کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی پرلے درجے کی جسارت و جرأت ہے کہ خیانت اور بہتان کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور جو آپ نے امر عمر رضؓ کی جو بات نکالی ہے اس میں آپ نے دجل و تخلیط سے کام لیا۔ یہ آپ کی ایجاد ہے۔

کیونکہ زیر تحقیق گیارہ ۱۱ اور اکیس ۲۱ کا عدد ہے کہ دونوں میں سے صحیح روایت میں کونسا ہے۔ حضرت عمر رضؓ کا امر زیر بحث نہیں ہے۔ دیکھئے حافظ ابن عبدالبر رحؒ کے الفاظ مندرجہ زرقانی شرح مؤطا (جلد اوّل ص۲۱۵) جو آپ نے بھی نقل کئے ہیں۔ اُن کا ترجمہ آپ ہی کے الفاظ میں آپ کے سامنے رکھا جاتا ہے:۔

"مالک کے سوا دوسروں نے اکیس رکعت روایت کی ہیں اور یہی صحیح ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کسی نے اِس حدیث میں بجز مالک کے گیارہ رکعت کہا ہو۔ احتمال ہے کہ پہلے یہ ہو پھر طولِ قیام سے تخفیف کر کے اکیس

---

[1] دیکھو بدعات میں اپنے بریلوی پیر بھائی مولوی ابوالحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کا رسالہ بیس۲۰ رکعت تراویح کا ثبوت بیس حدیثوں سے ص۱۲، ۱۲ منہ

[2] رشیدیہ میں ہے "لیکن جب ہمارے زمانہ میں کذب اور مجادلہ اور مکابرہ عام ہو گیا ہے تو صرف یہ کہہ دینا کافی نہیں (کہ یہ بات فلاں کتاب میں لکھی ہے) بلکہ لازم ہے کہ وہ (ناقل) اپنی منقولہ بات کو (آنکھ سے) دکھا دے۔

(انتہی مترجماً۔ رشیدیہ مطبوعہ لکھنؤ بتحشیہ مولانا عبدالحی مرحوم ص۲۷) ۱۲ منہ

رکعت کردی ہوں۔ مگر میرے نزدیک اغلب یہ ہے کہ گیارہ رکعت کا قول وہم ہے۔" (صہ۵۱ کتاب التراویح)

" دیکھئے اس عبارت میں دو دفعہ گیارہ اور اکیس کی تحقیق کا مقابلہ ہے لیکن آپ اس کو یا تو قلتِ علم کے سبب سمجھ نہیں سکے۔ یا کج فہم کی وجہ سے سیدھی کو بھی اُلٹی سمجھ کر اپنے غلط مقصد کو پُورا کرنے کے لئے حق و باطل میں تخلیط والتباس کر کے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ قِلَّۃِ الْعِلْمِ وَسُوْءِ الْفَھْمِ"۔

اس کے بعد آپ پھر دوبارہ کہتے ہیں:۔ میں کہتا ہوں۔ ابن عبدالبرؒ نے نہایت صحیح فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے گیارہ رکعت امر کرنے میں امام مالک کا کوئی تابع نہیں" صہ۵۱) گویا اس میں آپ یہ جتا رہے ہیں کہ حافظ ابن عبدالبرؒ کے نزدیک بھی آپ کی طرح زیر بحث بات حضرت عمرؓ کا امر ہے۔ اور یہ حافظ ابن عبدالبرؒ پر بہتان ہے کیونکہ وہ اپنی تحقیق یہ بتا رہے ہیں کہ میرے نزدیک گیارہ اور اکیس کے اختلاف کا حل اِس طرح ہے کہ یا تو یہ بات ہے کہ پہلے گیارہ ہوں پھر طولِ قیام سے تخفیف کر کے اکیس کر دی ہوں۔ یا گیارہ کی تعداد کا ذکر امام مالک رح کے وہم کا نتیجہ ہو۔ اور یہ میرا ظنِ غالب ہے۔ یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ حافظ ابن عبدالبرؒ کے نزدیک زیر بحث امر صرف گیارہ اور اکیس کا اختلاف ہے۔ نہ کہ حضرت عمرؓ کے امر سے ہونا یا نہ ہونا۔

تصرفِ الٰہی

دیکھئے قدرت نے اپنے دست تصرف سے آپ کے ہاتھ سے ایسے الفاظ لکھوا دیے۔ جو آپ کے مقصد کے خلاف ہیں۔ لیکن آپ انھیں اپنے قلتِ تدبر اور غباوت طبع کے سبب سمجھ نہیں سکے۔ آپ عبارت ثُمَّ خَفَّفَ عَنْھُمْ طُوْلَ الْقِیَامِ وَنَقَلَھُمْ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:۔

" پھر طول قیام سے تخفیف کر کے اکیس رکعت کردی ہوں (صہ۵۱)

بتائیے اس "کر کے" اور "کر دی" کا فاعل کون ہے۔ کس نے تخفیف اور اکیس کا حکم کیا؟ حضرت عمرؓ نے یا کسی اور نے؟ پس واضح ہو گیا کہ حافظ ابن عبد البرؒ کے بھی اور آپ کے قول کے مطابق بھی گیارہ کا امر کرنے والے طول قیام میں تخفیف کرنے والے اور پھر اکیس کا حکم دینے والے حضرت عمرؓ ہی ہیں۔ پس حافظ ابن عبد البرؒ کے نزدیک زیر سوال صرف گیارہ اور اکیس کا عدد ہے نہ کہ حضرت عمرؓ کے امر سے ہونا یا نہ ہونا اور یات بھی یہی ہے کہ امام مالکؒ کی روایت میں جو اَمَرَ کا فاعل ہے۔ وہی حافظ ابن عبد البرؒ کے الفاظ خَفَّفَ اور نَقَلَ کا فاعل ہے۔ اور معلوم ہے کہ امام مالکؒ کی روایت میں اَمَرَ کا فاعل عمرؓ ہوئے۔ پس خَفَّفَ اور نَقَلَ کا فاعل بھی عمرؓ ہوئے۔ اور بس۔ هٰذا والله الموفق والملهم۔

اور متابعتِ امام مالکؒ کا تفصیلی جواب یہ ہے کہ سعید بن منصورؒ نے اپنی سُنن میں عبد العزیز بن محمدؒ سے انھوں نے محمد بن یوسف سے جو امام مالک کے استاد ہیں۔ امام مالکؒ کی مثل گیارہ رکعت روایت کی ہیں جیسا کہ امام سیوطیؒ نے اپنے رسالہ المصابیح میں حافظ ابن عبد البرؒ کے جواب میں کہا ہے:-

"گویا کہ وہ (حافظ ابن عبد البرؒ) اس حدیث کے متعلق مصنف سعید بن منصور پر مطلع نہیں ہوئے۔ جنھوں نے اس روایت کو مثل امام مالکؒ کی روایت کیا ہے یعنی اس (سعید بن منصور) نے عبد العزیز بن محمدؒ سے روایت کیا وہ محمدؒ بن یوسف سے روایت کرتے ہیں جو امام مالک کے اُستاد ہیں۔ انتھٰی ملترجماً (ص ۱۵)"

اور علامہ زرقانی نے بھی شرح مؤطا میں اسے ذکر کیا ہے۔ لیکن آپ نے اُس کے نقل کرنے میں خیانت کی ہے۔ نیز دیکھئے کہ آپ کی طرح حنفی مذہب کی بے جا حمایت پر ادھار کھائے ہوئے شوق نیموی صاحب بھی اس کے سوا ایک اور مطابعت کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے خود ص ۵۱ پر اسے تسلیم کیا ہے اور وہ متابعت کوئی چھوٹا آدمی نہیں کرتا بلکہ یحیٰی بن سعید کرتے ہیں۔ جو جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ جن کی بابت

تقریب میں یہ الفاظ ہیں۔ ثِقَۃٌ۔ مُتْقِنٌ۔ اِمَامٌ قُدْوَۃٌ اور حاشیہ تقریب میں اُن کے شاگرد امام احمدرح کا قول منقول ہے کہ میری آنکھوں نے اُس کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔ اور محمد بن بشار رحمہ اللہ کا قول بھی مذکور ہے۔ جنھوں نے اُن کو امام اھل زمانہ کہا ہے۔

کیا اُن کی متابعت کے ماننے میں بھی کوئی کلام ہے؟ اور یہ عذر کہ ان کی متابعتوں میں حضرت عمرؓ کے امر کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا کچھ جواب تو گذر چکا ہے۔ اور کچھ آگے آئے گا۔ انشاء اللہ۔ ؏ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

تیسرا امر یہ ہے کہ مولوی محمد شریف صاحب نے اس گیارہ رکعت والی روایت کو (اپنے خیال میں) امام مالکرح کے تفرد پر شاذ اور پھر نہایت جسارت سے ضعیف کہا ہے (ص ۵۲) اور غلط فہمی سے اپنی تائید میں میرے رسالہ نظام الکلام کا حوالہ بھی دیا ہے۔ سو اس میں انھوں نے خطا پر خطا کی ہے۔ اس کی تشریح یوں ہے کہ محدثین کے نزدیک صحیح حدیث کے لئے اُس شذوذ سے مبرّا ہونا ضروری ہے۔ جو کوئی راوی اپنے سے اوثق راوی کے خلاف زیادہ روایت کرے۔ لیکن اگر زیادہ ذکر کرنے والا راوی دوسرے راویوں سے جنھوں نے وہ زیادت ذکر نہیں کی۔ اوثق واثبت۔ اور احفظ واتقن ہو۔ تو اس کی وہ زیادت بالاتفاق مقبول ہوگی۔ دیکھئے خاتمۃ الحفاظ شرح نخبہ میں فرماتے ہیں:۔

وزیادۃ راویھما ای الحسن والصحیح مقبولۃ مالم تقع منافیۃ لزوایۃ من ھو اوثق ممن لم یذکر تلک الزیادۃ (ص ۲۵)

حسن اور صحیح حدیث کے راوی کی زیادت مقبول ہے۔ جب تک کہ وہ اُس راوی کے منافی نہ ہو۔ جو اس سے اوثق ہو یعنی ان راویوں میں سے جنھوں نے وہ زیادت ذکر نہیں کی۔

چونکہ امام مالکرح اپنے سے اوثق کی مخالفت نہیں کرتے۔ اس لئے اُن کا تفرد صحتِ روایت میں حارج نہیں ہے۔

دیگر یہ کہ جب امام مالکرح کی متابعت ثابت ہو چکی ہے تو اب یہ روایت

شاذ نہ ہوئی جیسا کہ سعید بن منصورؒ اور امام سیوطیؒ سے سابقاً ص۳۴ پر گذر چکا ہے اور جو شخص اب بھی اِسے شاذ کہے وہ مصطلحات محدّثین سے ناواقف ہے اور اگر حضرت عمرؓ کے امر کے ذکر کو وجہ تفرد بنایا جائے جو بالکل نئی ایجاد ہے تو بھی امام مالکؒ کی شخصیت کی وجہ سے ترجیح آپ ہی کی روایت کو ہوگی۔

اوّل اِس وجہ سے کہ کسی ثقہ راوی کا وہ شذوذ خارج صحت ہوتا ہے جو اُس سے اوثق راوی کے خلاف ہو نہ کہ مطلقاً جیسا کہ شرح نخبہ کی مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے۔ لیکن اگر زیادت ذکر کرنے والا اپنے زمانہ میں عموماً اور اُن سے جو اُس کے ہم روایت ہیں خصوصاً اُن سب سے اوثق واحفظ اور اتقن واضبط اور اثبت واعدل ہو تو جو راوی اس کے خلاف ذکر کرے اُس کی روایت غیر مقبول ہوگی۔ نہ کہ اُس اوثق واضبط کی، اس امر میں ائمہ حدیث کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حافظ ابن صلاح مقدمہ میں فرماتے ہیں:۔

من ذالك ان الشاذ المردود قسمان، احدهما الحديث الفرد المخالف والثاني الفرد الذي ليس في راويه من الثقة والضبط ما يقع جابرا لما يوجب التفرد والشذوذ من النكارة والضعف (ص۳۰ مطبوعہ مصر)	اِس سے واضح ہوگیا کہ شاذ مردود کی دو قسمیں ہیں ایک وہ فرد حدیث جو (اوثق کی روایت کے) مخالف ہو دوسری وہ فرد حدیث جس کے راوی میں ایسی ثقاہت اور ایسا ضبط نہ ہو جو تفرد و شذوذ کے لئے نکارت اور ضعف کے نقصان کا جبر کر سکے

(۲) اِسی طرح حافظ عراقیؒ الفیہ میں فرماتے ہیں:۔

اَوْ بَلَغَ الضَّبْطَ فَصَحِّحْ یعنی وہ منفرد راوی اگر ضبط تام رکھتا ہے۔ تو اُس کی روایت کو صحیح جان۔

(۳) اسی طرح امام نوویؒ مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:۔

والمردود ایضاً ضربان فرد مخالف بلا حفظ و فرد لیس فی راویہ من الحفظ والاتقان ما یجبر تفردہ (صا)	اور مردود بھی دو قسم پر ہے ایک وہ جو احفظ راوی کے خلاف ہو۔ اور دوسری وہ کہ اس کے راوی میں ایسا حفظ و اتقان نہ ہو جو اس کے تفرد کا جبر نقصان کر سکے۔

اِن تصریحات سے واضح ہو گیا کہ نہ تو اضبط و اتقن کا تفرد صحت میں حارج ہے، اور نہ اُس کا کسی دوسرے درجے والے ثقہ کی روایت کے خلاف روایت کرنا نافع صحت ہے۔ ورنہ اس کے اوثق واثبت ہونے کی کیا قدر و قیمت ہوگی۔

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ از روئے حقیقت امام مالکؒ حفظِ حدیث میں اپنے زمانہ میں اپنے ہم استادوں اور دیگروں سے اوثق و اضبط اور احفظ و اتقن اور اثبت و اعدل تھے۔ یا کم از کم یوں سمجھئے کہ امام مالکؒ کے ہم استادوں اور دیگروں میں سے کوئی بھی امام مالکؒ سے بڑھکر نہیں تھا جن کی مخالفت سے امام مالکؒ کی روایت میں خدشہ پیدا ہو سکے۔

مولوی محمد شریف صاحب نے نمبر ۸ اور نمبر ۹ پر جو دو روایتیں (جن کا) نام وہ حدیثیں رکھتے ہیں۔ لکھی ہیں۔ ایک میں حارث بن ابی ذباب حضرت سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے وقت میں تیئیس رکعات کے ساتھ قیام ہوتا تھا۔ اور دوسری میں داؤد بن قیس، امام مالکؒ کے اُستاد محمد بن یوسفؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے رمضان میں لوگوں کو حضرت اُبیؓ اور تمیم داریؓ پر اکیس رکعات پر جمع کیا تھا (صـ۲۸ ملخصاً) یہ دونوں بھی آپس میں مختلف ہیں۔ اور امام مالکؒ کا درجہ ان سے ہر امر میں بہت بلند ہے۔ پس اِن کی روایات سے بوجہ آپس میں مختلف ہونے اور امام مالکؒ سے درجہ میں کمتر ہونے کے امام مالکؒ کی روایت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ اِن تینوں کا مقابلہ دکھانے کے لئے ہم کتب اسماء الرجال میں سے ہر ایک کے متعلق ائمہ حدیثؒ کی تصریحات نقل کر کے ناظرین کو موقع دیتے ہیں کہ وہ خود دیکھ لیں کہ اُن میں سے حفظِ حدیث

میں کون اوثق واضبط اور اثبت واحفظ واتقن واعدل ہے :-

امام مالک :- ائمہ متبوعین کے سرتاج ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے بھی اِن سے حدیث روایت کی اس لیئے آپ اِن کے بھی اُستاد ہیں۔ امام شافعیؒ نے تو بہت عرصہ اقامت کر کے اُن سے علم حدیث پڑھا حتیٰ کہ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ امام مالکؒ تابعین کے بعد خدا کی خلقت پر اُس کی حُجت ہیں۔ امام احمدؒ امام شافعیؒ سے فیضیاب ہیں۔ اور امام احمدؒ کا قول ہے کہ امام زُہریؒ سے روایت کرنے میں امام مالکؒ امام سفیانؒ اور امام معمرؒ سے بھی احسن ہیں اور امام زُہریؒ کے شاگردوں میں سے ہر امر میں سب سے اثبت ہیں۔ ایسا ہی امام یحییٰ بن معینؒ کا قول ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ امام مالکؒ ائمہ اربعہ کی تسبیح میں درجہ امامت رکھتے ہیں، کہ باقی ہر سہ ائمہ آپ کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ نے بھی آپ سے روایت کی۔ امام محمدؒ کا مؤطا آپ ہی سے روایت کیا ہوا ہے۔ امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ اور امام وہیبؒ امام مالکؒ کے برابر اور اُن سے مقدم کسی کو نہ جانتے تھے۔ اشہب بن عبد العزیز کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کو امام مالکؒ کے سامنے ایسے دیکھا جیسے کوئی بچہ اپنے باپ کے سامنے بیٹھتا ہے۔ معن بن عیسیٰ کہتے ہیں، کہ امام مالکؒ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیث میں ی اور ت کا فرق بھی محفوظ رکھتے تھے۔ امام بخاری کے اُستاد علی بن مدینیؒ وہیبؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ زمین کے مشرق و مغرب میں ہمارے نزدیک علم (حدیث) پر امام مالکؒ سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں۔ ایسا ہی قول امام نسائیؒ کا بھی ہے۔ (ملخص تہذیب التہذیب اور تذکرۃ الحفاظ وغیرہما) غرض امام مالکؒ کے اپنے زمانہ میں سب سے اوثق واتقن ہونے پر دنیا جہان کے علمائے حدیث کا اتفاق ہے اور آپ سے پہلے اور آپ کے زمانہ میں آپ کے برابر حدیث رسول اللہ ﷺ کی اشاعت کسی سے نہیں ہوئی۔

دوسری طرف حارث بن ابی ذباب کو دیکھئے کہ تقریب میں اِن کی بابت صَدُوقٌ یَھِمُ لکھا ہے۔ صدوق کا لفظ مراتب تعدیل میں نہایت گھٹیا درجہ کا ہے پھر اس کے ساتھ وہ وہمی بھی ہے۔ تو اس کے اختلاف کا اثر دُنیا جہان کے استنادِ حدیث کی روایت پر کیا ہوسکتا ہے۔ نیز حافظ ابن حزمؒ اور ابو حاتمؒ نے اِن کو ضعیف کہا ہے۔ (میزان وغیرہ)

تیسرے صاحب داؤد بن قیسؒ ہیں۔ ثقہ ہیں۔ صالح الحدیث ہیں۔ لیکن قلیل الحدیث ہیں۔ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کی روایات کوئی تیس[۳۰] کے قریب ہیں۔ اِس مقدار سے درجۂ امامت پر نہیں پہنچ سکتے۔ اور امام مالکؒ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

چونکہ ہر ایک اِن میں سے اپنے سے اوثق یعنی امام مالکؒ کی روایت کے خلاف روایت کرتا ہے۔ کوئی اکیس[۲۱] اور کوئی تنتیس[۳۳] اور ایک ان میں سے وہمی و ضعیف ہے۔ اور دوسرا امام مالکؒ سے کمتر ہے۔ تو ان دونوں کی روایتیں شاذ اور ضعیف یا ناقابلِ اعتبار ہوں گی نہ کہ امام مالکؒ کی جو ہر امر میں سب سے برتر ہیں۔ اور اِس عاجز نے نظام الکلام میں مسئلہ شذوذ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اُس کا حاصل یہی ہے۔ جو اُوپر مفصل لکھا گیا۔ جسے مولوی محمد شریف صاحب سمجھ نہیں سکے۔ اور پھر غضب یہ کیا ہے کہ میری عبارت کو بطور روایت بالمعنی کے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے اور روایت بالمعنیٰ کاملِ العلم کی معتبر ہے نہ کہ مولوی محمد شریف جیسوں کی۔ فافھم

امام مالکؒ کی روایت میں ایک اور خصوصیّت

امام مالکؒ کی شخصیت کے علاوہ آپ کی روایت میں ایک اور خصوصیّت بھی ہے جو دیگر روایتوں میں جو امام مالکؒ کی روایت کے موافق نہیں ہیں مفقود ہے۔

Scanned with OKEN Scanner

وہ یہ کہ سلسلہ اسناد یوں ہے۔ مالك عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید یعنی امام مالکؒ محمد بن یوسفؒ سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ سائب بن یزیدؓ سے، ناظرین کو امام مالکؒ کی شخصیت کا تو علم ہوگیا ہے۔ اب محمد بن یوسفؒ کی بابت ملاحظہ کیجئے کہ یہ مدینہ شریف کے بڑے ثقہ اور معزز اور عظیم الشان لوگوں میں سے ہیں حدیث میں اِن کا پایہ بہت بلند ہے۔

محمد بن یوسف اپنے استاد سائب بن یزیدؓ صحابی کے نواسے یا بھانجے یا بھتیجے ہیں۔ یعنی قریبی رشتے دار ہونے کی وجہ سے گھر کے آدمی تھے، اور حضرت سائب بن یزیدؓ صحابی کو حضرت عمرؓ نے سُوق مدینہ پر مقرر فرمایا ہوا تھا۔ یعنی آجکل کے محاورہ میں وہ بازار ماسٹر تھے۔ اور ان کو بہت سے کبار صحابہ سے روایت ہے۔ خصوصاً حضرت عمرؓ اور عبدالرحمن بن عبدالقاری سے بھی جو قیام رمضان کی جماعت مقرر کرنے کے وقت حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے۔ یہ معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ رات کے وقت شہر کی حفاظت کے لئے گشت کرتے تھے۔ اور عبدالرحمن بن عبدالقاری جو آپ کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور یہ سائب بن یزید جو اس بات کے اصل راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ اُن کے شاگرد ہیں تو اُن کو آپس میں گفتگو کرنے اور دریافتِ حالات کرنے کا بہت موقع مل سکتا تھا۔ اس لئے امام مالکؒ اور محمد بن یوسف اور سائب بن یزید اور عبدالرحمن بن عبدالقاری اور حضرت عمرؓ کے خصوصی تعلّقات ایک ایسی خصوصیت پیدا کر دیتے ہیں کہ امام مالکؒ کی روایت کے مقابلہ میں کوئی دیگر روایت قابلِ اعتبار نہیں ہوسکتی۔ وللہ الحمد۔

دوسرا غضب مولوی محمد شریف صاحب نے یہ کیا ہے کہ مؤطا امام مالکؒ کی اس متصل السند روایت کو بنا بر غلط فہمی شاذ سمجھ کر ضعیف کہدیا حالانکہ ص ٢٤/٢٥ پر یزید بن رومان کی غیر متصل السند کو سہارا دینے کے لئے سارا زور اس بات پر لگا دیا ہے کہ مؤطا امام مالکؒ کی سب روایتیں ثابت و صحیح ہیں تو کیا ان سب کے

مجموعہ میں یہ گیارہ رکعات والی روایت موجود نہیں ہے سچ ہے۔ چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد، اگر یہ گیارہ رکعات والی روایت جو متصل السند ہے، ضعیف ہے تو آپ کا کلیہ ٹوٹ گیا۔ کہ مؤطا کی سب روایتیں صحیح ہیں۔ کیونکہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزیۂ ہوتی ہے (ایساغوجی) اور اگر کلیہ درست ہے تو امام مالکؒ کی گیارہ رکعات والی متصل السند روایت بھی صحیح ہے۔

دیگر یہ کہ آپ نے جو یہ کہا "اگر کسی میں ہمّت ہے تو حضرت عمرؓ کے امر کا کوئی متابع قوی دکھائے۔" (ص۵۱) یہ نہایت درجہ کی تعلّی ہے گویا آپ جتانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم اتنے بڑے علامہ زماں ہیں کہ للکار للکار کر مطالبہ کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ محدّثینؒ کی موٹی موٹی مصطلحات سے بھی ناواقف ہیں۔

دیکھئے! امام سیوطیؒ نے اپنے رسالہ المصابیح میں جہاں پر سعید بن منصور کی سُنن سے عبدالعزیز بن محمدؒ کی متابعت کا ذکر کیا ہے وہاں پر مثل کا لفظ لکھا ہے۔ چنانچہ اُن کے الفاظ یہ ہیں:۔ فَاِنَّہٗ رَوَاھَا مِثْلَ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ یُوْسُفَ شَیْخِ مَالِكٍؒ (ص۱۵) یعنی عبدالعزیز بن محمد نے بھی مثل امام مالکؒ کے اس روایت کو روایت کیا ہے۔" اور متابعات میں محدّثین کا قاعدہ ہے کہ اگر متن وہی ہو تو صرف سلسلۂ اسناد ذکر کر دیتے ہیں۔ اگر آپ نے صحیح مسلم کسی اُستاد سے پڑھی ہوتی تو وہ آپ کو اُس کے صفحہ صفحہ پر مثل کے لفظ میں یہ بات سمجھا دیتے۔

دیکھئے! حافظ عراقیؒ الفیہ میں فرماتے ہیں:۔

وَقَوْلُہٗ مَعَ حَذْفِ مَتْنٍ مِّثْلَہٗ
اَوْ نَحْوَہٗ یُرِیْدُ مَتْنًا قَبْلَہٗ

یعنی محدّث اگر متن کو حذف کر کے مِثْلَہٗ یا نَحْوَہٗ کا لفظ کہے تو اُس سے وہی متن مراد ہوتا ہے جو اُس سے پہلے مذکور ہوتا ہے۔

اور اس کے حاشیہ پر فتح الباقی سے نقل کیا ہے۔ وَاعْلَمْ اَنَّ الْمُتَابِعَ

اِنْ وَّافَقَ الْاَصْلَ فِی اللَّفْظِ وَالْمَعْنیٰ یُقَالُ مِثْلَهٗ

یعنی اگر متابع لفظ و معنی ہر دو میں اصل (راوی) کے موافق روایت کرے تو اس جگہ لفظ مِثْلَہٗ کہا جاتا ہے" اور یہ امر معلوم و مسلّم کل ہے کہ امام مالکؒ اصل راوی نے گیارہ رکعات کا تقرر حضرت عمرؓ کے امر سے ذکر کیا ہے۔ پس بموجب اصلاحِ محدثین عبدالعزیز بن محمد کی متابعت کا متن بھی لفظاً و معناً امام مالکؒ کے متن کے موافق ہے۔ فافہم

تنبیہات

صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں حضرت عائشہؓ کی جو یہ روایت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رمضان و غیر رمضان گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ہر چند کہ یہ حدیث باتفاقِ محدثین صحیح ہے۔ لیکن حضرات حنفیہ محض مذہبی حمایت کی بنا پر اِس حدیث میں بڑا بھاری عذر یہ کرتے ہیں کہ نماز تہجد اور قیام رمضان الگ الگ نمازیں ہیں۔ سو نماز تہجّد تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ اور قیام رمضان بیسؔ رکعات سے الگ کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عُذر بھی بے بنیاد اور خلاف واقعہ ہے۔ اوّل اِس وجہ سے کہ بیسؔ تراویح والی روایت ہر چند کہ باتفاق محدثین ضعیف ہے جیسا کہ سابقاً مفصّل ذکر ہو چکا ہے۔ لیکن اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ وِتر آپ اِن بیسؔ کے بعد ساتھ ہی پڑھ لیتے تھے۔ اور یہ کسی روایت میں مذکور نہیں کہ نماز وتر مسجد میں پڑھ چکنے کے بعد آپ نے گھر پر جا کر تہجّد کے وقت پھر کوئی نماز پڑھی ہو۔ (ثبوت بذمّہ مدعی) دوم یہ کہ اگر بموجب قول بعض حنفیہ حضرت عائشہؓ کی روایت گیارہ رکعات والی اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت بیسؔ تراویح اور تین وتر مزید والی کو یوں جمع کیا جائے کہ قیام رمضان اور نماز تہجد جُدا جُدا نمازیں

ہیں۔ تو اِس صورت میں ایک رات میں دو دفعہ وتر پڑھنے ثابت ہوتے ہیں۔ اور یہ عمل اس حدیث کے خلاف ہے جو آنحضرت ؐ نے فرمائی کہ لَا وِتْرَانِ فِیْ لَیْلَۃٍ (ابو داؤد) یعنی ایک رات میں دو دفعہ وتر جائز نہیں ہیں۔ کیونکہ دو وتر پڑھنے سے مجموعہ شفع ہو جاتا ہے اور وتر ٹوٹ جاتے ہیں۔ سوم اور سب سے آخر یہ کہ امام محمد رح نے اپنی موطا میں عنوان باب یوں باندھا ہے :-

بَابُ قِیَامِ شَھْرِ رَمَضَانَ وَمَافِیْہِ مِنَ الْفَضْلِ (موطا ص۱۴۱)

پھر اس کے ذیل میں حضرت عائشہ رضؓ والی زیرِ بحث روایت بھی جس میں رمضان اور غیر رمضان میں صرف گیارہ رکعات پڑھنے کا ذکر ہے۔ ذکر کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام محمد رح کے نزدیک موافق قول محدثین کے حضرت عائشہ رضؓ والی روایت قیام رمضان پر بھی شامل ہے۔ لہٰذا حنفی علماء اپنے امام و مجتہد کے خلاف عُذر کر کے حدیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نہیں ٹال سکتے۔ ہٰذا ولِلّٰہ الحمد۔ اور دیکھئے، مولانا عبدالحی صاحب مرحوم سے سوال ہوتا ہے۔ "نماز تراویح و تہجّد یک است یا علیحدہ الخ" آپ اُس کے جواب میں فرماتے ہیں :-

"اُز آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ادا کردن قیام رمضان کہ معروف بہ تراویح ست بدو طریق مرویست" اس میں آپ قیام رمضان اور تراویح کو ایک گنتے ہیں، اس کے بعد بیس رکعت والی روایت کا ذکر کر کے اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ پھر آٹھ رکعت اور تین وتر باجماعت کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اسے ثابت رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ص۲۹۸ میں فرماتے ہیں :-

"واما ایں امر کہ ایں نماز، نماز تہجّد بود یا غیرِ آں پس مقدارش مخبر از انست کہ نماز مغائر تہجّد نہ بودہ چہ ہشت رکعت و سہ رکعت وتر مقدارِ تہجّد نبوی بودہ چنانچہ از قول عائشہ رضؓ معلوم مے شود الخ (مجموعہ فتاوی جلد اوّل ص۶)

اِسی طرح آپ مؤطا امام محمدؒ کے حاشیہ میں اِسی باب کے لفظ قیام شہر رمضان پر حاشیہ نمبر ۵ میں فرماتے ہیں۔ قولہٗ قیام شہر رمضان ویسمی التراویح الخ یعنی قیام شہر رمضان کا دوسرا نام تراویح ہے۔

وتروں کی دوسری رکعت میں تشہّد ثابت نہیں

محدّثین اور حنفیہ میں ایک امر میں اختلاف ہے کہ نماز وتر جب تین رکعت پڑھی جائے تو آیا دوسری رکعت میں تشہّد یعنی اَلتَّحِیَّات کے لئے بیٹھا جائے یا نہ علمائے حنفیہ اِس کے قائل ہیں اور اُن کا عمل درآمد اسی طرح ہے کہ وہ بیٹھتے ہیں۔ لیکن محدّثین کہتے ہیں کہ اِس کا ثبوت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنّت سے ثابت نہیں۔ بلکہ اِس کے برخلاف صاف اور صریح طور پر مروی ہے۔ کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تین رکعت وتر پڑھتے تو سوائے آخری رکعت کے تشہّد کے لئے نہ بیٹھتے۔ بلکہ پانچ رکعات اکٹھی پڑھتے تو پھر بھی سوائے آخری یعنی پانچویں کے کسی میں نہ بیٹھتے۔ چونکہ حنفیوں میں ہمیشہ علم حدیث کی کمی رہی ہے۔ اِس لئے جب وہ عاملین حدیث کو اِس طریقِ مسنون پر نماز پڑھتے دیکھتے ہیں۔ تو ناک بھوں چڑھاتے اور طعن کرتے ہیں۔ سو اُن بھائیوں کی نفرت دُور کرنے یا کم از کم ان کی غلظت و شدّت کو کم کرنے کے لئے ہم اس مسئلہ کا بھی ثبوت سنّت صحیحہ صریحہ سے دیتے ہیں۔

معلوم ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وتروں کی نماز گھر میں پڑھتے تھے اس لئے اس نماز کی روایت آپ کی ازواج مطہرات سے بڑھ کر کسی اور سے نہیں ہو سکتی۔ سو معلوم ہو کہ امام ذہبیؒ نے تلخیص مستدرک میں حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تین رکعت وتر پڑھتے تو نہ قعدہ کرتے یعنی نہ بیٹھتے مگر اُن کی اخیر (رکعت) میں۔ اس کے بعد کہا کہ یہی

Scanned with OKEN Scanner

ہے (طرق) وتر حضرت عمرؓ کا جسے اہلِ مدینہ نے لیا۔ (مستدرک جلد اوّل ص۳۰۴)

(۲) اور اکٹھی پانچ رکعات پڑھنے کی حدیث بھی حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات کے وقت (کبھی[1]) تیرہ ۱۳ رکعت پڑھتے تھے۔

اِن میں سے پانچ کو وتر بناتے تھے (اور) اُن میں کسی (رکعت) میں (التحیات) نہ بیٹھتے تھے۔ مگر ان کی اخیر (رکعت) میں (صحیح مسلم ج ۱۔ ص۲۵۴ مترجماً)

اِن ہر دو روایات سے صاف کھل گیا کہ آنحضرتؐ دوسری اور چوتھی رکعت میں تشہد نہ بیٹھتے تھے۔ اِن صحیح اور مرفوع اور صریح احادیث کے مقابلہ میں حضرات حنفیہ کے پاس جو بھی دلائل ہیں۔ اوّل تو وہ مرفوع نہیں، موقوف ہیں۔ اور جو مرفوع ہے۔ وہ باتفاقِ کُل ضعیف ہے۔ اور جو صحیح ہے وہ مُدعا کے ذکر سے ساکت ہے۔ یعنی اُس میں یہ مذکور نہیں کہ آپ نے دوسری رکعت میں اَلتحیّات بیٹھنے کو فرمایا یا خود کبھی بیٹھے۔ اُن کے پاس جو کچھ ہے وہ زبردستی کی کھینچ تان اور مذہبی حمایت کی سینہ زوری ہے۔ چونکہ اُن کی تعداد کثیر ہے اور پروپاگنڈا کرنے اور کسی بات کو مشہور عام کرنے میں بہت مشّاق ہے اس لئے دُہائی پر دُہائی مچائے جاتے ہیں۔ اور سُنّتِ نبویؐہ کا لحاظ نہیں کرتے۔ فانا للہ۔ ایک دلیل اُن کی حدیث عبداللہ بن مسعود رضؓ ہے۔ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ رات کے وتر تین ہیں مثل دن کے وتر

---

[1] اِس مقام پر ہم نے لفظ "کبھی" اس لئے زیادہ کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے قیام لیل کی رکعات حضرت عائشہ رضؓ سے مختلف مروی ہیں۔ ۱۳ بھی، ۱۱ بھی، ۹ بھی اور ۷ بھی اور یہ اختلاف احوال واوقات کی بنا پر ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی روایتوں میں مصرح ہے۔ اور شراحِ حدیثؒ نے ان روایات کو اسی صورت میں جمع کیا ہے۔ اور بات بھی یہی ہے ہاں عام عادت آپ کی گیارہ رکعات کی تھی جسے حضرت عائشہ رضؓ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہ کرتے تھے یعنی اکثر و اغلب احوال میں۔ جمعاً بین الاحادیث۔ ۱۲ منہ

یعنی نمازِ مغرب کے۔ مولانا عبدالحی رح اس پر فرماتے ہیں۔ کہ امام دارقطنی کہتے ہیں کہ اس روایت (کی رفع) میں یحییٰ راوی متفرد ہوا ہے۔ اور وہ ضعیف ہے۔ اور اصل مطبوعہ نسخہ دارقطنی مع تعلیق مغنی ص۱۷۲ میں بھی یہی مرقوم ہے۔ پس مولانا کا حوالہ درست ہے۔

دوسری دلیل حنفیہ کی مولانا عبدالحی صاحب نے حضرت عائشہ کی روایت سے لکھی ہے۔ لیکن اس کے بارے میں بھی لکھا ہے۔ وفیہ اسمٰعیل بن مسلم المکیّ ضعیف، یعنی اس میں اسماعیل بن مسلم مکیؔ راوی ہے۔ جو ضعیف ہے۔ اس کے بعد مولانا عبدالحی صاحب رح فتح القدیر (شرح ہدایہ سے) عبداللہ بن مسعود رض کی روایت کی رفع کا ضعیف ہونا نقل کرتے ہیں۔ واللہ الہادی۔

اِن تفصیلات سے معلوم ہوگیا کہ حضراتِ حنفیہ کے پاس عاملین بالحدیث کے مقابلہ میں وتروں کی دوسری رکعت میں التحیات بیٹھنے کے بارے میں مرفوع اور صحیح سنتِ نبویہ میں سے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور جو روایتیں موقوف ہیں وہ بالاتفاق مرفوع کے مقابلہ میں پیش نہیں ہوسکتیں، وباللہ التوفیق۔

وِترایک رکعتؕ

محدّثین اور حنفیہؔ میں ایک اور اختلافی مسئلہ ہے کہ آیا نمازِ وتر بغیر کوئی جوڑہ ساتھ ملاتے کے ایک رکعت سے بھی ادا ہوسکتی ہے یا نہیں؟

حنفی کہتے ہیں کہ اکیلی رکعت کوئی نماز نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہ نمازِ وتر تین رکعت ہے نہ کم نہ زیادہ۔ پس تین رکعات یک دم ایک سلام میں پڑھنی چاہئیں دوٓ الگ اور ایکٓ الگ کرکے نہ پڑھی جائے۔ لیکن حنفیوں کا یہ مذہب خلافِ لُغت ہے اور جو امر سنّتِ صحیحہ سے ثابت ہے اُس کا انکار ہے۔

تفصیل اِس کی یہ ہے کہ لُغت میں وِتْر کے معنی ہیں۔ تنہا اور طاق (صراح لسان العرب، قاموس وغیرہ) اور یہ ضد ہے شفع بمعنی جوڑہ کی۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (الفجر پ۳۰) اگر وتر کو تین میں منحصر کیا جائے تو معاذ اللہ ماننا پڑے گا کہ خدا بھی تین ہیں۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ یعنی خدائے تعالیٰ تنہا ہے (اس وجہ سے وتر کو پسند کرتا ہے۔(

اور اکیلی رکعت پر نمازِ تہجّد کو ختم کرنا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فعل اور امر ہر دو سے ثابت ہے۔ فعلی سنّت کی یہ حدیث ہے۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مؤطا امام مالک رحؒ میں ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات کو گیارہ رکعات پڑھتے تھے۔ ان میں سے ایک رکعت سے وتر کرتے تھے۔ امام مالک رحؒ کے سوا دیگر محدّثین نے بھی اپنی اپنی اسناد سے حضرت عائشہ رضؓ سے آنحضرت صلعم کے ایک رکعت وتر پڑھنے کی حدیث روایت کی ہے۔ مثلاً امام مسلم۔ امام ابن ماجہ۔ امام دارمی۔ امام محمد بن نصر مروزی۔ نیز یہ ایک رکعت وتر کی حدیث حضرت عائشہ رضؓ کے سوا دیگر صحابہ رضؓ سے بھی مروی ہے۔ کسی سے مرفوعاً اور کسی سے موقوفاً۔ مثلاً۔ عبدؓ اللہ بن عمر رضؓ، عبدؓ اللہ بن عباس رضؓ، ابوؓ ایوب انصاری رضؓ، جابرؓ رضؓ، فضلؓ بن عبّاس رضؓ، سعدؓ بن ابی وقاص رضؓ، امیرؓ معاویہ، حضرتؓ عثمان رضؓ، زیدؓ بن ثابت، ابوؓ موسیٰ اشعری رضؓ، عبدؓ اللہ بن زبیر اور ابوؓ امامہ باہلی سے،

صاحب سفر السعادت نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے قیام لیل کی رکعات کی کمیّت یعنی تعداد و شمار اور کیفیّت یعنی طریقۂ ادا کو آٹھ قسم پر لکھا ہے۔ شیخ عبد الحق صاحب حنفی محدّث دہلوی رحؒ اُس کی شرح میں ان آٹھ اقسام کی نسبت متن اور اپنی شرح کی عبارت ملا کر کہتے ہیں:۔

"و در کیفیّت قیام شب و کمیّتِ رکعاتِ آں روایات متعدّدہ مختلفہ

دراحادیثِ صحیحہ ورود یافتہ جملہ آں ہشت طریق بلکہ زیادہ ازاں وارد شدہ وچوں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہرکدام آنہا را دراوقاتِ مختلفہ کردہ متعبد کہ قصدِ اتباع دارد نیز مخیر است درمواظبت بریکے ازاں انواع و در فعل ہریکے دراوقات مختلفہ وظاہراً ایں طریقِ اخیرادخل وانسب باشد بسلوک طریقہ اتباع کما لا یخفی ۱۲ (ص۱۳۲)"

حاصل کلام یہ کہ شیخ صاحب ممدوح باوجود مذہب حنفی کے شدید الحمایت ہونے کے صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ ان آٹھ انواع میں سے جسے چاہے اپنا معمول بنائیے۔ یا چاہے تو سب پر وقتاً فوقتاً عمل کرے۔ ہر دو طریق جائز ہیں۔ اور ان آٹھ انواع میں سے دوسری نوع کے ذکر میں لکھا ہے۔ "وَدہ رکعت بر پنج سلام می گذارد و وتر بیک رکعت می گذارد بیک سلام" اس کی شرح میں شیخ عبدالحق صاحبؒ جامع الاصول سے بخاری و مسلم کی حدیث سے گیارہ رکعات کی کیفیتِ ادا یوں نقل کرتے ہیں:۔

"سلام می داد میان ہر دو رکعت و وتر می کرد بیک رکعت (ص۱۳۴)

علامہ عینیؒ حنفی مذہب کی حمایت میں شیخ عبدالحقؒ صاحب سے بھی نمبر لے گئے ہوئے ہیں۔ لیکن حق کے سامنے گردن کون اُٹھائے۔

اِس امر کے بیان میں کہ ایک نیّت اور ایک سلام سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کتنی رکعات پڑھتے تھے۔ آپ ارقام فرماتے ہیں:۔

"لیکن جتنی رکعات آپ ایک سلام میں اکٹھی پڑھتے تھے۔(اُن کی تفصیل یہ ہے کہ)

"ایک روایت میں ہے کہ آپ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔ اور ایک رکعت کے ساتھ وتر کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پانچ سے وتر کرتے تھے۔ اور سوائے اخیر رکعت کے کسی میں (التحیّات) نہ بیٹھتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ نو (اکٹھی) پڑھتے تھے۔ اور آٹھویں کے سوا (اس سے پہلے جوڑوں پر) نہ بیٹھتے تھے۔ اور اس اختلاف میں جمع کی صورت یہ ہے کہ آپ نے مختلف اوقات

ہیں یہ سب طریقے ادا کئے (انتہٰی مترجماً۔ عینی علی البخاری ج ۳ ص ۸۲۶)
مولانا عبدالحی صاحب مرحوم بھی مجموعہ فتاوٰی میں اس طریق کو حضرت ابن عمرؓ کی حدیث) سے ثابت لکھتے ہیں۔ اور اس حدیث کی تخریج کے لئے امام احمدؒ ابن حبانؒ ابن السکنؒ اور طبرانی کا حوالہ دیتے ہیں۔

اِس کے بعد دوسرا طریق تین رکعات کا اکٹھا پڑھنا لکھتے ہیں۔ لیکن اُن میں صرف ایک التحیات تیسری رکعت کا ثابت کرتے ہیں۔ بحوالہ امام احمدؒ نسائیؒ بیہقیؒ اور حاکمؒ۔ اس کے بعد تیسرا طریقہ جو حنفیوں میں مروّج ہے کہ وہ تین رکعتیں اکٹھی پڑھتے ہیں۔ اور اُن میں دو التحیات پڑھتے ہیں۔ اُس کا ذکر کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے یہ طریقہ معتبر سند سے ثابت نہیں ہوا۔ اور اِس کا ذکر سابقاً پر کر چکے ہیں۔ (ج ۱ ص ۸۹۲)

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ایک رکعت وتر سے حنفیوں کا انکار کرنا محض تعصّب کی وجہ سے ہے۔ اور مولانا انور شاہ صاحب مرحوم نے رسالہ کشف الستر میں جو جو پریشان کُن تطویلات و تاویلات کی ہیں وہ اُن کے شان علمی کے لائق نہیں۔ (عفا اللہ عنہ) وھٰذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھٰذہ العجالۃ،

خدا کے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سُنّت کا خادم عاجز
محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

یہ رسالہ کُتب خانہ عزیزیہ اُردو بازار جامع مسجد دہلی کے زیرِ اہتمام طبع ہوا۔
کتبہ نفیس دہلوی